ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اخلاق کی اقسام از روئے کتاب اللہ

اخلاق دو قسم کے ہیں۔ اول وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ترکِ شر پر قادر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ایصال خیر پر قادر ہوتا ہے اور ترکِ شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ یا اپنے کسی عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ یا نقصان رسانی اور کسرِ شان کا ارادہ نہ کر سکے اور ایصال خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ، اپنے مال یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہنچا سکے۔ یا اس کے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے۔ یا اگر کسی نے اس پر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے درگذر کر سکے۔ اور اس طرح اس کو دُکھ اور عذاب بدنی اور تاوانِ مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچا سکے۔ یا اس کو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت میں اس کے لئے سراسر رحمت ہے۔

(از کتاب: اسلامی اصول کی فلاسفی)

بلائیں اور وبائیں اللہ کی ہستی اور قدرت کا بین ثبوت

قحط، زلزلے، سیلاب اور بیماریاں وغیرہ ہر دور اور ہر زمانہ میں بربادی اور شدید نوعیت کی قیامت خیز تباہ کاریوں کا باعث بنتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ انسان اپنے تکبر و تفاخر اور انانیت کی تسکین کے لئے جنگ و جدل کے ذریعہ خود اپنے ہاتھوں سے تباہی کے سامان بھی پیدا کر لیتا ہے۔ کبھی بحری طوفان اور سونامی لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنا ڈالتے ہیں۔ ان سب کے پیچھے زمینی اسباب اور حقائق کچھ بھی ہو سکتے ہیں لیکن ایک بات ان سب ہیبت ناک واقعات سے عیاں ہو جاتی ہے کہ انسانی اسباب اور سوچ وفکر کی وسعت انتہائی محدود ہے۔ انسان اپنے زعم میں اپنے آپ کو بہت چیز سمجھتا ہے لیکن اللہ کی بالا ہستی کے سامنے انسانی طاقت، علم، عقل اور قویٰ کی کیا بساط ہے۔ دنیا کے تمام انسانوں کے علم و اسباب مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی اور طاقت و جبروت کے سامنے لایعنی اور بے فائدہ ہو جاتے ہیں۔ دراصل یہ ہولناک واقعات اسی وجہ سے رونما ہوتے ہیں تاکہ عیش پسند اور گمراہ دنیا اپنی بے بسی اور کم مائیگی کو سمجھے۔ دنیا کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ رونما ہونے والی ہولناکیاں محض اتفاقی حادثات ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں، بلکہ ان میں سے ہر واقعہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک زندہ ثبوت پیش کرتا ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ جب انسان فرعون بن کر خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے، جب عاد و ثمود کا وطیرہ اپنا لیتا ہے، جب قوم لوط کی راہ اختیار کر لیتا ہے اور قوم نوح کی اقتدا کرتے ہوئے اللہ کی ہدایت کے مطابق تیار کردہ کشتی کا مسافر نہیں بنتا تو فرعون کی طرح ادنیٰ قوم کے ہاتھوں لاؤ لشکر سمیت غرق کیا جاتا ہے۔ عاد و ثمود کی طرح تباہ و برباد کیا جاتا ہے۔ قوم لوط کی طرح تل پٹ کیا جاتا ہے اور قوم نوح کی طرح پانی کی لہروں میں غرق کیا جاتا ہے۔ ''کیا تو نے غور نہیں کیا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔ (عاد) ارم بلند عمارتوں والے (کے ساتھ) جن کی مثل شہروں میں پیدا نہ ہوئے تھے اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹان تراشے۔ اور لشکروں والے فرعون کے ساتھ، جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔ سو اُن میں بہت فساد کیا۔ سو تیرے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا چلایا۔ بیشک تیرا رب گھات میں ہے'' (الفجر آیت 6 تا 14)۔ اگر غور کیا جائے تو یہ واقعات تبھی رونما ہوتے ہیں جب انسان اپنی طغیانی اور سرکشی میں حد سے نکل جائے اور اللہ کے قائم کردہ احکامات پر چلنا تو کجا اس کے اصول وضوابط کے ساتھ تمسخر واستہزا کا معاملہ برتنے لگے۔ انسان کا ظلم و ستم اور فسق و فجور کا حد سے بڑھ جانا اور اللہ کی ذات سے روگردانی ہی وہ محرکات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قہری ہاتھ حرکت میں آتا ہے۔ اس دنیا کے عذاب اور ہلاکتیں، عذابِ آخرت کے لئے بطور دلیل کے ہیں جب بدیاں انتہا کو پہنچ جاتی ہیں اور قومیں اجتماعی طور پر مبتلائے معصیت ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ فساق کی کثرت اور ذنوب کا بڑھ جانا ہی ہلاکت و تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ آج ہم نے دیکھ لیا کہ کرونا وائرس کس طرح دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے جا رہا ہے کچھ تو بیماری میں مبتلا ہیں اور کچھ اس کے پیدا کردہ خوف کی زد میں ہیں۔ چائنا جیسی مادی طاقت اور دنیا کی دوسری بڑی طاقتیں اس کے سامنے بے بس نظر آتی ہیں۔ جہاں اس وبا سے بچنے کے لئے ظاہری اسباب ضروری ہیں وہاں سب سے بڑی ضرورت رجوع الی اللہ بھی ہے کیونکہ

ہے سرِ رہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سَیل سے
حیلے سب جاتے رہے اِک حضرتِ تواب ہے

☆☆☆☆

افتتاحی خطاب و دُعا

برموقع سالانہ دعائیہ 2019ء مورخہ 27 دسمبر 2019ء بمقام جامع دارالسلام لاہور

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ترجمہ: اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے، تمام جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔'' (سورۃ الفاتحہ)

میں تمام پاکستان اور بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دعائیہ کو کامیابی عطا فرمائے اور سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور دعائیہ کے اختتام پر سب کو اپنی حفاظت میں اپنے اپنے گھروں میں لے جائے۔ آمین

اس خطاب کا آغاز میں نے سورۃ الفاتحہ سے کیا ہے اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ نے ہمیں اس دعائیہ کو منعقد کرنے اور اس میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ الفاتحہ کا آغاز الحمد اللہ سے ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے، اس کا شکر ادا کرنے اور ہر حال میں اس کے ہر فیصلہ قبول کرنے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ اُس کا رحم جو وہ ہر گھڑی ہم پر فرماتا ہے اس کا شکر ادا کرنے کا حق انسان کی طاقت سے باہر ہے لیکن ہر انسان کو اس کی مہربانیوں کو یاد کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں مسلمان پیدا کیا ہے اور پھر اس نے ہم پر یہ بہت بڑا اکرم کیا کہ اس زمانہ کے امام، مجدد، مسیح موعود علیہ السلام اور مہدی معہود علیہ السلام کی پہچان ہمیں عطا فرمائی۔ ہم اس بات کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم اس سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں اور ہم نے ان خاندانوں میں جنم لیا جہاں احمدیت کی روشنی موجود تھی۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ جب وہ مالکِ یوم الدین بن کر اُس فیصلہ کے روز ہمارے اعمال کا فیصلہ فرمائے گا تو وہ ہماری اس دعا کو قبول کرے۔

اللّٰھم اغفرلنا قبل الموت وارحمنا عند الموت ولا تعذبنا بعد الموت ولا تحاسبنا یوم القیمۃ انک علی کل شیءِ قدیر اللّٰھم حاسبنا حسابا یسیرا اللّٰھم حاسبنی حسابا یسیرا۔

اے اللہ! موت سے پہلے ہماری بخشش فرما اور موت کے وقت ہم پر رحم فرما اور موت کے بعد ہمیں عذاب نہ دینا اور قیامت والے دن ہمارا حساب نہ فرمانا۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! ہمارا آسان حساب فرما۔ اے اللہ! میرا آسان حساب فرما۔''

سورۃ الفاتحہ کے ذریعہ ہم دن میں کئی مرتبہ اللہ سے عرض کرتے ہیں اور اسکے حضور التجا کرتے ہیں کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں)۔ اسی دعا کو ہم اس دعائیہ پر دل کی گہرائیوں سے اللہ کے حضور پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان مبارک دنوں میں عبادت اور دعاؤں کی خاص توفیق عطا فرمائے۔ یہ ایام دعائیہ کے نام سے منسوب ہیں اور اگر ہم ان میں دعائیں نہ کریں اور ان دنوں سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو پھر نہ اس نام کی اہمیت رہ جاتی ہے اور نہ ہم وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جس کی خاطر ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری خاص مدد فرمائے اور ہمیں ان دنوں اور آنے والی زندگی میں اپنی حفاظت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں دعائیہ میں پیش کئے گئے خیالات اور نصائح جو ہم سنیں ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر یہ دعائیہ ہماری زندگیوں میں نیک تبدیلی لے آئے تو ہم اس کو کامیاب قرار دیں گے اور جو وقت اپنی

زندگی کی مصروفیات میں سے نکال کر ہم خالصتاً اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں وہ ہم پالیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس دعائیہ کا مقصد جو حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ نے اللہ کی رضا کو حاصل کرنا بتایا ہے اس کو ہم پالیں۔ حضرت صاحبؑ نے جلسہ کے متعلق جو بیان فرمایا ہے ہمیں اس کی طرف خاص توجہ دینی چاہیے۔ آپ نے فرمایا:

''اس جلسہ میں جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ کاموں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اسی کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی اور مقرب لکھا جاتا ہے۔ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں، یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے''۔

دعائیہ جب جب آتا ہے تو ایسا کوئی احمدی کم از کم پاکستان میں نہیں ہوتا جو یہ نہ جانتا ہو کہ یہ دعائیہ سالہا سال سے ہو رہا ہے اور کئی کئی مہینے پہلے سے علم ہوتا ہے کہ یہ دعائیہ ہونے والا ہے لیکن نہ جانے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ ہم مسیح موعودؑ کی اس نصیحت پر عمل کریں اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کو اپنی راہ میں حائل نہ ہونے دیں۔ ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کروا دے اور چھوٹے چھوٹے مسئلے جن کو انسان سمجھتا ہے کہ یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے میں کیسے شامل ہو سکتا ہوں۔ وہ اہمیت اپنی تجارت یا گھریلو معاملات کو دے دیتے ہیں۔ اس کے برعکس ہم اپنے بزرگوں کی زندگیوں کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ وہ بیرونی ممالک میں جماعت کے کام کے لئے گئے ہوئے تھے تو انہوں نے گھر میں بچے کی بیماری کا سنا تو کہا علاج کرا دو۔ بعد میں موت کا سنا تو کہا کہ دفنا دو۔ ہم اس جذبہ پر فخر کرتے ہیں مگر ہم خود چھوٹی چھوٹی وجہ سے جماعت کے معاملات کو ترجیح نہیں دیتے۔ جو نمونہ ہمارے بزرگ چھوڑ گئے ہم اس نمونہ کی طرف ضرور توجہ دیں۔

دعا کی قبولیت کی شرط:

ہم مسائل سے گھرے ہوئے ہیں۔ ان مسائل کا واحد حل دعا ہی ہے۔ حضرت صاحب نے جو دعا کے متعلق فرمایا ہے اس کا مفہوم یوں ہے کہ دعا کی قبولیت کی شرط عاجزی ہے۔ دعا عاجزی سے مانگی جائے۔ عاجزی میں خاک میں مل جاؤ، پتھر بہار میں بھی سرسبز نہیں ہوتے۔ اگر ہم عاجزی اور اس کے برعکس سخت دل لے کر بغیر توجہ کے دعائیں کریں گے تو ایک پتھر کے اوپر بارش کا تصور کریں تو اللہ تعالیٰ رحمت برسا بھی دے تو وہ سرسبز نہیں ہوتا۔ خاک بن جاؤ تا کہ رنگا رنگ پھول پیدا ہوں۔ غرور سے بچو اور بدنما ہو کر مانگو اور یوں نہ تصور کرو کہ تمہارے اندر حسن ہے۔ تھوڑی سی نیکی بھی ہمارے دل میں ہو تو ہم اپنے پیغمبر کو پیدا نہ ہونے دیں اور اگر پیدا ہو بھی تو اس کو اپنے سامنے دعا مانگتے وقت نہ آنے دیں، اپنے آپ کو بالکل حقیر سمجھیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قرآن میں یوں آتی ہے کہ **لا الٰـہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین** خدا کو بلند ترین مقام پر تصور کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو حقیر ترین تصور کرتے ہوئے دعا مانگو، عاجزی سے مانگو، خاک میں مل کر مانگو، خاک اور مٹی میں ہی مل کر پودا جنم لیتا ہے اور پھر آگے پھلتا ہے۔

یہ دعائیہ اس لئے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ یہاں پر توبہ کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتا ہے۔ زندگی میں ہم نیک تبدیلی لائیں، یہ ہی اصلی مقصد ہے۔ جس حالت کو لے کر ہم حاضر ہوئے ہیں اگر اسی حالت کو لے کر واپس لوٹیں تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد علیؒ کا قول ہے کہ جلسہ میں تمام لوگوں میں سے اگر ایک انسان کا دل بھی بدل جائے تو اس جلسہ کو کامیاب سمجھو۔ میری ذاتی خواہش یہی ہے کہ اگر ایک ہی شخص کا بدلنا ممکن ہو تو وہ میں ہی ہوں۔ لیکن میری اصلی دعا یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کا دل یہ دعائیہ بدل دے اور وہ ایسا عمل کریں کہ آئندہ زندگی میں متقی اور اولیاء اللہ بن جائیں اور جیسی متقی جماعت پیدا کرنے کے لئے مسیح موعودؑ تشریف لائے تھے وہ جماعت قائم ہو جائے۔

نمازوں کی طرف توجہ دیں:

اس سال ہم میں سے کتنی بزرگ ہستیاں ہمیں چھوڑ گئیں۔ فکر لاحق ہوتی ہے کہ جماعت میں ان لوگوں کی جگہ کون لے گا۔ یہاں پر جو لوگ باقی ہیں جن میں نوجوان اور بچے شامل ہیں۔ ہماری جماعت کا قیمتی سرمایہ اور آئندہ آنے والی جماعت کے بیج ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ایمان کے ساتھ عمل والے

احمدی بنائے اور یہ بیج ضائع نہ ہوں ۔ جب جب میری نظر سے 1914ء تا 1951ء کے حضرت مولانا محمد علیؒ کے خطبات گزرتے ہیں تو ان خطبات میں اکثر نصائح ہوتے ہیں جس میں وہ سب کو نماز کی طرف توجہ دلا رہے ہوتے ہیں۔ اس سے میرے ذہن میں یہ خیال اُٹھتا ہے کہ کیا اُس وقت بھی نمازوں کی طرف توجہ کم تھی ۔ میں آج بھی باجماعت نمازوں میں حاضری کو کم پاتا ہوں اور اس موقع پر تمام جماعت کے ممبران کو باجماعت نماز کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس میں صرف پاکستان کی مساجد نہیں بلکہ بین الاقوامی مساجد بھی شامل ہیں ۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری تمام عبادت گاہوں کو آباد کردے۔ آمین

آپ برلن کی مسجد کو دیکھیں، چاہے وہاں احمدی گننے بہت آسان ہیں لیکن وہ مسجد جمعہ کے روز لوگوں سے یوں بھر جاتی ہے کہ مسجد کے باہر بھی لوگوں کو خطبہ سننے کے لئے بیٹھنا پڑتا ہے۔ اپنی مساجد کی طرف توجہ کریں کہ وہ بھی آباد رہیں ۔ اپنی جماعتوں میں جائیں تو لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کریں ۔ اپنی جماعتوں میں واپس جائیں تو کوشش کریں ورنہ ان گرجوں کی طرف ہی دیکھ لیں جو آباد نہیں تھے تو آج ان کو مسلمان خرید کر مسجدیں بنا رہے ہیں۔ ہالینڈ میں ایک گرجا ہماری جماعت نے بھی خریدا ہے۔ اس میں دو ہزار لوگوں کی گنجائش ہے۔

سورۃ البقرہ میں ایمان بالغیب کے بعد اقیمو الصلوٰۃ کا حکم آتا ہے اور یہ متقی بننے کا پہلا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ البقرہ آیت 155 میں فرمایا ہے کہ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرین ''اورضرور ہم کسی قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دو'' ۔ یہ آزمائش دنیاوی معاملات میں ہی نہیں بلکہ متقی بننے کے لئے جو مشکلات برداشت کرنی ہوتی ہیں ان میں نماز اور دیگر احکام خداوندی پر عمل کرنا بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم کہیں کہ ہم ایمان بالغیب اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہیں تو پھر وہ کیسا ایمان ہوگا جس میں ہم احکام خداوندی پر عمل نہ کریں اور زندگی کو قرآن کریم کے احکامات کے مطابق صرف نہ کریں اور یوم آخرت کو مانتے ہوئے بھی ایسے عمل کریں جو اس حساب کے دن کے منافی ہے تو پھر یہ صرف ایمان باللسان ہوگا نہ کہ ایمان بالقلب۔

بہت سے احباب تھے جو یقیناً اس دعائیہ میں شامل ہونے کا پختہ ارادہ رکھتے تھے لیکن وہ آج ہم میں نہیں کیونکہ اللہ کی رضا سے وفات پا گئے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور تہیہ کرتے ہیں کہ جب ہم مالکِ حقیقی کے پاس جائیں تو قرآن کریم کی ہدایت اور رسول کریم صلعم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے جائیں۔ انشاء اللہ

دُعا:

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسیح موعودؑ کے قول پر عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادات اور مناجات کی توفیق عطا فرمائے ۔ ہماری دعاؤں کو قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں کامیاب زندگی عطا فرمائے جس کی بنیاد ہم قرآن اور سنت کی روشنی پر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جماعت کی خدمت کرنے والے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے اسلام کی خدمت کرنے والے جذبہ سے لبریز فرمائے اور ہمیں ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

میں اللہ تعالیٰ سے اس دعائیہ میں شامل ہونے والوں کے لئے جو حضرت مرزا صاحب نے دعا فرمائی تھی اُس پر تقریر ختم کرتا ہوں:

''میں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کرے خدا اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کردے اور ان کے ہم وغم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے اور روز آخرت میں ان بندوں کے ساتھ اُن کو اٹھائے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہے۔ اے رب، اے رحیم، اے مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما۔ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے''۔ آمین

قسط دوم

ختم نبوت

تقریر حضرت امیر مولانا محمد علی مرحوم ومغفور، برموقع جلسہ سالانہ 1917ء

خاتم النبیین پر بحث: یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے ما کان محمد ابآ احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین (40:33) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب زیدؓ اپنی بی بی کو طلاق دے دیتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زینبؓ کو اپنے نکاح میں لے آتے ہیں۔ اس وقت کہا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، مگر رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ بظاہر ایک شخص اس آیت کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں باتوں کا جوڑ کیا ہے؟! مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں! ان کا کوئی تعلق بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ مگر غور کیا جائے تو ما کان محمد ابآ احد من رجالکم (40:33) جب کہا تو اس سے نفی ہوگئی آپ کے باپ ہونے کی۔ تو چونکہ ابوت کی اس سے بکلی نفی ہوگئی تھی، جس سے شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ جسمانی باپ نہ ہونے کے ساتھ آپ کی روحانی ابوت کی بھی تو نفی نہیں کر دی گئی۔ تو اس شبہ کے دور کرنے کے لئے فرمایا ولکن رسول اللّٰہ (40:33) لکن حرف استدراک ہے۔ یعنی ازالہ وہم کے لئے آتا ہے۔ گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ جسمانی طور پر تو آپ کسی کے باپ نہیں، مگر چونکہ آپ رسول اللہ ہیں اور ہر ایک رسول یا نبی اپنی اُمت کے صلحاء کا باپ ہوتا ہے، اس لئے آپ بھی روحانی طور پر لوگوں کے باپ ہیں۔ لیکن صرف رسول اللہ کہنا بھی کافی نہیں۔ باپ تو آپ روحانی طور پر بیشک ہیں، لیکن اس سے ایک اور شبہ ہوتا ہے کہ نبی اپنی اُمت کے روحانی باپ تو ہوتے ہیں۔ مگر ان نبیوں کی اُمت تو کچھ مدت بعد منقطع ہو جاتی تھی۔ ان کا زمانہ تھوڑی سی مدت تک چل کر پھر ختم ہو جاتا تھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت بھی اسی قسم کی ہے۔ آپ کا زمانہ نبوت بھی کیا ایک خاص مدت تک کے لئے ہے۔ اور پھر نعوذ باللہ منقطع ہو جائے گا۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے فرمایا وخاتم النبیین (40:33) آپ کا زمانہ نبوت کبھی ختم نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمام نبیوںؑ کے آپ خاتم ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

خاتم النبیین کا عقیدہ اور محکمات ومتشابہات: دیکھو! اس آیت کے اوپر ایک عقیدہ کی بنیا درکھی جاتی ہے۔ یہ کوئی یونہی نہیں رکھ دی گئی۔ بلکہ میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ کوئی بات، جس کے اوپر کسی عقیدہ کی بنیا درکھی جائے، گول مول لفظوں میں نہیں ہونی چاہئے۔ بعض لوگ گول مول لفظوں پر عقیدہ کی بنیا درکھ دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس کے خلاف ایک اصول باندھ دیا کہ ھو الذی انزل علیک الکتب منہ ایت محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ومایعلم تاویلہ الا اللّٰہ والرسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا ومایذکر الّا اولوا الاباب (7:3) یہاں بتا دیا کہ متشابہات کے پیچھے پڑنے اور ان پر عقائد کی بنیا درکھنے سے ہمیشہ فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے جنہوں نے متشابہات کے اوپر عقائد کی بنیا درکھی ہے، انہوں نے بڑی بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ مثلاً عیسائیوں کو ہی لے لو۔ کس بات نے ان کو دھوکا دیا؟

وہ بعض پیشگوئیوں کو لے بیٹھے۔ ایک انفارمیگا خدا کے آنے کی خبر ہے۔ پس انہوں نے اسی کی بناء پر مسیحؑ کو خدا کا بیٹا بنا کر تثلیث کا اعتقاد اس کے اوپر قائم کر دیا۔ حالانکہ پیشگوئی ہمیشہ متشابہات میں سے ہوتی ہے۔ اور اس وقت آکر کھلتی ہے جب پوری ہو جائے۔ اس لئے اس کے اوپر کسی عقیدہ کی بنیا درکھنا صحیح نہیں۔ اسی طرح سے پچھلے سال یہیں جلسہ سالانہ میں ہمارے مولوی

عبدالحق صاحب نے آریوں سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ کونسی آیت ہے وید کی۔ جس میں روح اور مادہ کو ازلی قرار دیا گیا ہے۔ وہ آیت تو کوئی نہ نکلی۔ اور جس کے اوپر روح اور مادہ کے ازلی ہونے کے عقیدہ کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ ایک درخت کے اوپر دو جانور بیٹھے ہیں۔ ایک ان میں سے کچھ کھاتا ہے اور دوسرا اس کا منہ تک رہا ہے...... حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے اوپر اتنے بڑے عقیدہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس کے بالمقابل قرآن نے یہ کمال دکھایا ہے کہ کسی عقیدہ کی بنیاد متشابہات پر نہیں رکھی۔ وہ جس عقیدہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے اوپر ایسا سورج چڑھا دیتا ہے کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ کیا ختم نبوت پر بھی ہمارے ہاتھ میں کوئی محکمات ہیں؟ یا یہ عقیدہ کوئی متشابہات کے اوپر ہے؟ دیکھنا یہ ہے کہ کیا قرآن نے خود بھی خاتم النبیین کے معنوں کو صاف کر کے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش تو نہیں چھوڑی۔

خاتم النبیّین کے معنے نبیوں کی مہر نہیں بنتے: اب جو کہا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ ان کی مہر سے نبی بنا کریں گے۔ کیا یہ صحیح ہے؟! یعنی پہلے اگر اللہ تعالیٰ کے دستخطوں سے نبی بنا کرتے تھے۔ تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں مہر دے دی گئی کہ دستخطوں کی ضرورت نہ رہے اور جس کو وہ چاہیں ٹھپ سے مہر لگائی اور نبی بنا دیا۔ چلو یونہی سہی! لیکن یہ کیا ہو گیا کہ یہ جب سے مہر آپ کو ملی اُلٹا نبیوں کا بننا ہی موقوف ہو گیا۔ حالانکہ مہر سے تو آسانی کے ساتھ کام ہوتا ہے۔ چاہئے تھا کہ جہاں آگے ان کاغذوں پر دستخط ہونے تھے، وہاں اس مہر سے سو نبی تو بنتے، مگر یہاں تو تیرہ سو برس میں اگر بنتا بھی ہے تو صرف ایک۔ پھر خاتم النبیین کے معنے اگر نبیوں کی مہر ہی ہیں، تو یہ کہاں سے نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مہر ہے، جس سے نبی بنا کریں گے؟

خاتم النبیین کا حل قرآن کریم سے: بہر حال سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم نے اس کو واضح کر دیا یا یونہی تشابہ میں ہی چھوڑ دیا۔ جہاں تک قرآن کریم کی آیات ہیں، ان سے آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی قطعاً گنجائش نہیں نکلتی۔ مثلاً وہ فرماتا ہے **تبرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا** (1:25) اس میں صاف طور پر تمام عالمین کے لئے آپ کو نذیر قرار دیا ہے۔ تو جب تمام عالمین کے لئے نذیر آپ بن گئے تو معلوم ہو گیا کہ اور کسی نذیر کی ضرورت نہیں۔ پھر آپ کو رحمۃ للعالمین قرار دیا۔ پھر فرمایا **وما ارسلنک الا کافۃ للناس** (28:34) پس اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کافی نہیں رہی، تو بیشک اور نبی بناؤ۔ لیکن اگر آپ ہی تمام جہانوں کے لئے نذیر اور رحمۃ للعالمین ہیں تو سلسلہ نبوت اب جاری نہیں رہ سکتا۔ ہمیں کوئی بات ہو وہ قرآن اور حدیث سے لینا ہے۔ اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے کہ کہنے والا کون ہے۔ خواہ کوئی کہے۔ اگر قرآن کے مخالف ہے۔ اگر حدیث اس کی موید نہیں تو چاہئے کہ اس کے منہ پر دے ماریں۔ دیکھو یہی نہیں کہ آپ کسی خاص وقت کے لئے ہی **کافۃ للناس** (28:34) تھے۔ بلکہ یوں بھی آپ کافۃ للناس (28:34) ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

نبی اور مجدد میں فرق: کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مجددین کے مبعوث ہونے کی خبر دی اور نبیوں کی بعثت کی خبر نہ دی۔ اس لئے کہ دین کامل ہو گیا۔ اور کامل دین کے لئے نبیوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے لئے ضرورت مجددین کی ہی ہوتی ہے۔ جہاں دین ناقص ہو وہاں نبی آتے ہیں اور جہاں دین کامل ہو وہاں ان کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف مجددین کی ضرورت ہے۔ تو دین کے کامل ہو جانے کے بعد نبی کیسے آسکتے ہیں۔ بفرض محال اگر نبی آنے بھی تھے تو مجددین کے مبعوث ہونے کی خوشخبری کیوں دی۔ ایک بڑی نعمت کا تو ذکر تک نہ کیا۔ اور چھوٹی نعمت کی خوشخبری دے دی!

خاتم النبیین کے معنوں کی تصریح اقوال نبی کریمؐ سے: اس کو بھی چھوڑ کر آیت خاتم النبیین کے متعلق ہم حدیث کو لیتے ہیں۔ کہ کیا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی اس کی تفسیر فرمائی ہے۔ اگر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کچھ بھی تفسیر نہ فرماتے تو بھی کوئی بات تھی۔ لیکن جب ہم احادیث کو

دیکھتے ہیں تو وہاں ہمیں ایک ذخیرہ ملتا ہے ان احادیث کا، جن میں خاتم النبیین کی تفسیر آپ نے فرمائی ہے۔ پھر آپ کی تفسیر کے ہوتے ہوئے ہمیں اور باتوں کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں آپ نے حضرت علیؓ کو فرمایا انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لانبی بعدی۔ یعنی تو مجھ سے وہی منزلت رکھتا ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث ہے۔ جو دونوں صحاح ستہ میں سب سے اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ پھر ایک اور حدیث ہے سیکون من امتی ثلثون کذابون کلهم یزعم انه نبی الله و انا خاتم النبین لا نبی بعدی یعنی میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پہلے تو حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ باوجود اس منزلت رکھنے کے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی پھر بھی آپ نبی نہیں ہو سکتے۔ گویا نبی کے مرتبہ والے تو ہو سکتے ہیں، لیکن نبی نہیں بن سکتے۔ اب اس کو ایک اور رنگ میں سمجھا دیا اور وضاحت کے ساتھ خاتم النبیین کی تفسیر فرمادی۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لیکن تیسری حدیث میں ایک اور ہی رنگ چڑھا دیا۔ فرمایا عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه و اجملة الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة و انا خاتم النبیین (بخاری) میری اور میرے سے پہلے انبیاءؑ کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے ایک مکان بنایا پس اسے بہت اچھا بنایا اور خوبصورت بنایا۔ مگر اس کے کونہ کی ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی۔ سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے۔ اور تعجب کرنے لگے اس پر اور کہنے لگے کیوں یہ اینٹ نہیں لگائی۔ فرمایا میں وہ اینٹ ہوں۔ اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔ دیکھو یہ تیسری حدیث ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے الفاظ ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظوں کی عزت کرو۔ اگر ایک حدیث ہوتی تو اسے ترک بھی کر دیتے۔ لیکن اس کو کیا کرو گے۔ کیا اس آخری اینٹ کے لگ جانے کے بعد کوئی ذریعہ ہے کسی اور نبی کو داخل کرنے کا؟ اب اور اینٹ لگ ہی نہیں سکتی جب تک پہلے اس کونے کی اینٹ کو اکھیڑ نہ لو۔

پھر ایک اور متفق علیہ حدیث ہے عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ان لی اسمآء انا محمد و انا احمد و انا الماحی الذی یمحو اللّٰه بی الکفر و انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب و العاقب الذی لیس بعده نبی (متفق علیہ) یعنی جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میرے کئی ایک نام ہیں۔ میں محمد ہوں احمد ہوں اور ماحی ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر مٹا دیتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد نبی نہ ہو۔

کس طرح سے تمام لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر جمع ہو رہے ہیں؟ اس کا نظارہ بھی ووکنگ میں جا کر دیکھ لو۔ جہاں ایک حبشی اور ایک سفید رنگ کا انگریز۔ ایک ادنیٰ طبقہ کا سپاہی اور ایک لفٹنٹ۔ ایک لارڈ اور ایک معمولی حیثیت کا انسان۔ پھر مصری۔ ہندوستانی اور مختلف ممالک کے لوگ غرض وہ یحشر الناس علی قدمی ہوتا ہے کہ اس کی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ پھر فرمایا انا العاقب میں سب سے آخری ہوں۔ اگر یہیں تک رہنے دیتے تو بھی بات صاف تھی مطلب تو پورا ہو گیا تھا۔ لیکن نہیں۔ ابھی مزید تشریح کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اور آگے ہی فرماتے ہیں و العاقب الذی لیس بعده نبی عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

پانچویں شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے۔ جو بخاری اور مسلم میں تو نہیں لیکن صحاح ستہ ہی کی ایک کتاب میں ہے۔ فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر گویا بتا دیا کہ حضرت عمرؓ کے اندر وہ کمالات تو پائے جاتے ہیں جو نبیوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے

آپ نبی نہیں۔ لیکن اس کے خلاف اب میاں صاحب صرف کمالات نبوت سے ہی سمجھتے ہیں کہ نبی بن جاتے ہیں۔

پھر فرمایا فضلت علی الانبیآء بستہ الخ۔ وختم بی النبیون مجھے چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے دوسرے انبیاء پر، جن میں سے ایک فضیلت یہ بھی بیان فرمائی وختم بی النبیون میرے ساتھ نبیوں کوختم کر دیا گیا۔ یہاں ختم بی النبیون کہہ کر خاتم النبیین کے معنوں کو صاف کر دیا۔

پھر ساتویں حدیث ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت میں سے سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ یہاں مبشرات کو نبوت کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ اور نبوت کے باقی نہ رہنے اور مبشرات کے رہ جانے کی خبر دی ہے۔ لیکن ہمارے میاں صاحب جو اس کی تشریح کرنے بیٹھے تو کہنے لگے کہ مبشرات ہی عین نبوت ہیں۔ ہم نے کہا کہ ان معنوں کو ذرا حدیث کے اندر رکھ کر بتاؤ۔

لم یبق من النبوۃ الا المبشرت کی جگہ ذرا میاں صاحب کے معنوں کو لگاؤ لم یبق من النبوۃ الا عَینَ النُّبُوَّۃِ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر عین نبوت۔ کیا یہ کسی صحیح الدماغ شخص کا کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن نہیں۔ اپنے مطلب کے مطابق ایک معنے اُنہوں نے کر لیئے ہیں۔ اب چاہے وہ صحیح ہوں یا غلط۔ ان سے کتنی ہی بڑی زد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں نہ پڑے، بس وہی ٹھیک ہیں۔ اس حدیث کی ایک اور طرز بھی آتی ہے۔ اس کو لیا ہے امام احمدؒ نے۔ اُس کے یہ لفظ ہیں ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی. فشق ذالک علی الناس فقال لکن المبشرات ۔ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی اور میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی ہے۔ یہ لوگوں پر گراں گذرا تو فرمایا لیکن مبشرات باقی ہیں۔

اب ان سات آٹھ حدیثوں کے ہوتے ہوئے بھی خاتم النبیین کے معنی خود اپنی طرف سے کچھ اور بنا کر پیش کرنا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں؟

میاں صاحب کے معنے کسی عدالت میں پیش کرنے کے قابل نہیں:

ایک عدالت کے سامنے اگر یہ معاملہ ہو اور اُسے اس کا فیصلہ کرنا ہو، تو یہ معنے جو میاں صاحب کرتے ہیں، کیا قابل قبول سمجھے جا سکتے ہیں؟ جبکہ بالمقابل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے معنے ایک نہیں آٹھ حدیثوں میں اس کے خلاف ہیں۔ پھر کیا جو بات کسی عدالت میں پیش کرنے کے قابل نہیں، اور انصاف اس کے خلاف ہے، وہ اس قابل ہے کہ اُس پر اپنے عقیدوں کی بنیاد رکھی جائے! چھوڑ دیجیئے اس بات کو کہ ہم مسلمان ہیں۔ چھوڑ دیجیئے اس کو کہ ہم فلاں عقائد رکھتے ہیں۔ اگر ہم اتنی بھی ہمت نہیں رکھتے کہ ایک کورٹ کے اندر جرأت کے ساتھ اپنی باتوں کو پیش کر سکیں۔ جس کی بنیاد ہی اتنی مضبوط نہیں کہ اس پر کسی عمارت کو کھڑا کیا جا سکے۔ اس کو اپنا عقیدہ بنانا کس قدر خلاف دیانت ہے!

احادیث مذکورہ بالا کی صحت: میں نے خاتم النبیین کی تفسیر میں آٹھ حدیثیں پیش کر دیں۔ جو سب الگ الگ صحابیوںؓ سے مروی ہیں۔ اور سب ہی مختلف پیرایوں میں بیان ہوئی ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک ہی طرز پر بیان ہوئی ہوں۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ سب نے ایک ہی سے سُن کر بیان کر دی ہوتیں۔ لیکن ان سب کے پیرائے مختلف ہیں اور مختلف محدثین نے ان کو اپنی کتابوں میں لیا ہے۔ یہ سب باتیں ایک انسان کے دل میں ثلج قلب پیدا کر دیتی ہیں۔ کہ کس قدر صفائی کے ساتھ اس کو کھول دیا ہے۔ اور خاتم النبیین کے معنوں میں کوئی اشتباہ رہنے ہی نہیں دیا۔ ایک عقیدہ کو اس قدر محکم بنیاد پر قائم کیا ہے کہ اس سے زیادہ صفائی اور ممکن نہیں۔ جاؤ۔ جتنے مذہب ہیں۔ ان سب میں تلاش کرو۔ کیا ایسا محکم عقیدہ کہیں ہو سکتا ہے۔ اس قدر صفائی عقائد کے بارہ میں کسی مذہب نے بھی نہیں کی۔ ختم نبوۃ کی بنیاد اگر ایسے ہی محکم اصولوں پر نہ رکھی جاتی تو یہ ٹھیک نہ تھا۔

''نبیوں کی مہر'' کے معنے کسی وضعی سے وضعی حدیث میں بھی نہیں:

اس کے خلاف اگر یہی مانا جائے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں ''نبیوں کی مہر''۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہر دی گئی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے ذریعہ سے نبی بنائیں۔ تو یہ مہر جو آپ کو دی گئی۔ تو آپ کو کم از کم اس کا علم تو

ہونا چاہئے کہ یہ مہر مجھے دی گئی ہے۔ لیکن جاؤ۔ تمام احادیث سے تلاش کر لو۔ کوئی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے۔ جس میں خاتم النبیین کے آپؐ نے یہ معنے کئے ہوں۔ ورنہ کوئی سچی، کوئی جھوٹی، کوئی وضعی حدیث کوئی کسی صحابیؓ کے قول سے ہی یہ دکھا دو۔ کہ خاتم النبیین کے یہ معنے آپؐ نے کئے ہیں۔ کہ مجھے نبی بنانے کی کوئی مہر دی گئی ہے۔ یا میں نبیوں کی مہر ہوں۔ لیکن اگر ایسا نہیں اور کوئی وضعی سے وضعی حدیث بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معنے کئے ہوں تو خدا کا خوف کرو۔ اور اس کے بالمقابل ایک نہیں دو نہیں سات اعلیٰ پایہ کی حدیثوں کو ردّ نہ کرو۔

آیت قرآنی جس سے نبیوںؑ کا آنا جائز ثابت کیا جاتا ہے: ہم کو کہا جاتا ہے کہ حدیث کی ہمیں ضرورت نہیں۔ جب قرآن میں آتا ہے یبنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. (35:7) تو قرآن کی اس آیت کے ہوتے ہوئے ہم حدیثوں کو کیا کریں! لیکن کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس آیت کا علم تھا یا نہیں۔ اگر تو اس کا علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، تو خاتم النبیین کی تفسیر کرتے وقت یہ بھی اُن کے مدنظر ہوگی۔ پھر آپؐ نے باوجود اس آیت کی موجودگی کے خاتم النبیین کے معنے لانبی بعدی ہی کیے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا وہ مطلب نہیں جواب لیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول آسکتے ہیں۔ دیکھو۔ بعض وقت ایک معنے کرتے ہوئے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ میں ایک آیت کے معنے کرنے لگتا ہوں، تو ممکن ہے کہ دوسری آیت ایسی ہو جو ان معنوں کے خلاف ہو۔ اور وہ مدنظر نہ رہے۔ لیکن کیا آپؐ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات مختلف پیرایوں میں خاتم النبیین کے ایک ہی معنے کریں۔ اور کوئی دوسری آیت ایسی بھی ہو۔ جو اس کے مخالف پڑی ہوئی ہو۔ اور وہ آپؐ کے مدنظر نہ رہے۔ یہاں اس آیت میں کل نبی آدم کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تم میں رسول آتے رہیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ بنی آدم میں رسول تو آتے رہے لیکن اس سلسلہ رسالت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم کر دیا۔

قرآن وحدیث سب پر مقدّم ہیں: میں پھر علی الاعلان کہوں گا کہ قرآن اور حدیث سے ہم باہر نہیں جا سکتے۔ جو یہ کہتا ہے کہ قرآن اور حدیث سے ہمیں مطلب نہیں، وہ خطرناک ضلالت میں ہے۔ ہمارے تمام امور کا فیصلہ قرآن اور حدیث سے ہونا چاہئے۔ اس کے خلاف جو شخص ہمیں لے جانا چاہے، ہم نہیں جا سکتے۔ حتیٰ کہ اگر امام بھی ہم سے وہ بات منوانی چاہے، جس کی قرآن وحدیث میں سند نہیں تو ہم اُسے نہیں مانیں گے۔ تو یا تو قرآن اور حدیث کے معنوں کو مانو یا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں اپنی مہر سے نبی بنانے والا، وہ کوئی ایک ہی حدیث ان معنوں کی سند میں ہمیں دکھائے۔ کوئی وضعی اور جھوٹی حدیث ہی وہ پیش کر دے۔ جس میں یہ لکھا ہو کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں اپنی مہر سے نبی بنانے والا۔ لیکن اگر کوئی بھی حدیث ایسی نہیں۔ اور بالمقابل ہمارے پاس ختم نبوت کی تائید میں اس قدر اعلیٰ پایہ کی اور اتنی تعداد میں حدیثیں موجود ہیں، تو پھر اپنے عقائد کو درست کرو۔ دیکھو۔ غلطیاں انسان سے ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان غلطیوں کے اعتراف کے لئے بھی اسے تیار رہنا چاہئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ کس کو یاد نہیں۔ جب آپ نے فرمایا ان زغت فقو مونی کہ دیکھو۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو تم نے مجھے سیدھا کر دینا ہے۔ ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بڑھیا عورت کس جرأت کے ساتھ اُن کی غلطی پر متنبہ کرتی ہے اور آپ اسے تسلیم کرتے ہیں۔ بڑے بڑے آئمہ سے غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ ہم آئمہ کو معصوم نہیں مانتے۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول (59:4) اصل اطاعت کے دو ہی درجے رکھے۔ اللہ اور رسول۔ اس کے آگے اولی الامر (59:4) کی اطاعت بھی ہے۔ لیکن اگر اس سے کسی امر میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول ہی کی طرف لوٹانے کا حکم دیا۔ وہاں پھر خاموشی کے ساتھ نری اطاعت ہی کو جائز نہیں رکھا۔ اس لئے جو بھی شخص ہو خواہ کتنا ہی بڑے سے بڑا ہو، خدا اور رسولؐ کے احکام کے خلاف ہم اُس کا کہا نہیں مان سکتے۔ پس جو شخص خاتم النبیین کے معنے اپنی مہر سے نبی بنانے والا کرتا ہے، اُسے چاہئے کہ کسی کمزور سے کمزور حدیث میں سے ہی یہ معنے ہمیں دکھاوے! (جاری ہے)

☆☆☆☆

خلافتِ احمدیہ پر ایک نظر

قادیانی خلافت بالکل بے بنیاد اور اس کے دلائل میں تضاد

مرتب از ڈاکٹر زاہد عزیز

1۔ تمہید

مارچ 1914 میں جماعتِ احمدیہ کے ایک فریق نے قادیان میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بطور اپنا خلیفہ قبول کیا اور اپنے اس بنیادی عقیدہ پر قائم ہوئے کہ جماعتِ احمدیہ میں بانی سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک نظام خلافت رائج کیا ہے جس کے مطابق ہر خلیفہ کو اللہ تعالیٰ اپنے مامور کی طرح مقرر کرتا ہے اور خلیفہ کے فرمان اور فعل کو تصدیق و تائیدِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ لہذا جماعت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ خلیفہ وقت کی مکمل اور غیر مشروط اطاعت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ خلیفہ صاحب کے قول و فعل کو کسی بھی معیار پر پرکھنے کی اجازت نہیں، گو وہ معیار قرآن کریم ہو، سنت و حدیث نبوی محمد رسول اللہ ﷺ ہو، یا انسانی عقل ہو۔ اور نہ ہی خلیفہ کی کسی معاملہ میں جماعت کے آگے جواب دہی ہو سکتی ہے۔

جماعتِ احمدیہ کے دوسرے فریق، یعنی اکابرِ جماعتِ احمدیہ لاہور نے اس مفہومِ خلافت کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور آپ کے جانشین حضرت مولانا نور الدین صاحب کی تعلیمات اور ردِ عمل کے قطعی خلاف قرار دیا بلکہ ایسی مطلق العنان خلافت تو دینِ اسلام کے منافی ہے اور اس کا نام و نشان بھی محمد رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی زندگیوں میں نہیں پایا جاتا۔ اس فریق کے اکابر نے لاہور میں 1914 میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام قائم کی۔

اس مضمون میں ہم نے اس مسئلہ پر بنیادی معلومات جمع کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ احمدیت میں ایسی خلافت کا قطعاً کوئی جواز نہیں اور خصوصاً یہ کہ اس کو قائم کرنے والوں کے اپنے اقدام اور بیانات سے ہی اس خلافت کا بے بنیاد ہونا صاف ظاہر ہے۔ ہم نے اس تحریر میں خلافت کو ماننے والے فریق کے لئے نام، جماعتِ قادیان و ربوہ، استعمال کیا ہے، کیونکہ ان کی خلافت کا مرکز پہلے قادیان تھا اور پھر ربوہ رہا، گو بعد میں وہ انگلینڈ منتقل ہو گیا جہاں موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد مقیم ہیں۔

2۔ الوصیت

بانی سلسلہ احمدیہ، حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیح موعود، نے اپنی وفات سے ڈھائی سال پہلے دسمبر 1905 میں ایک کتابچہ الوصیت شائع کیا جس میں آپ نے ایک انجمن قائم کرنے کا اعلان کیا جس کی غرض آپ نے اس طرح بیان کی:

اس صورت میں ایک انجمن چاہیے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا، اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔۔۔ اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسبِ ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے۔۔۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعتِ اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہونگے۔ اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائیگا تو وہ

لوگ جو انکے جانشین ہونگے ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسبِ ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحات 318 تا 319)

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ انجمن آپ نے اس لئے بنائی کہ جماعتِ احمدیہ کی تمام آمدنی اور خرچ کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہو، اور یہ نظام نسل درنسل چلتا رہے۔ اسی کتابچہ کا آپ نے ایک ضمیمہ بھی شائع کیا جس میں آپ نے خود اس انجمن کے قواعد بنا کر درج کئے۔ ان میں ایک ذیل کا بھی ہے: "13۔ چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہیں۔" (ایضاً، صفحہ 325)

یہاں آپ نے اس انجمن کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کا یعنی اپنا جانشین قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے نہ الوصیت میں اور نہ کسی دیگر جگہ پر اپنے بعد کسی فرد کے خلیفہ بننے کا ذکر کیا ہے اور نہ کسی ایسے مسلسل شخصی نظامِ خلافت کے قائم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

3۔ قدرتِ ثانی کیا ہے؟

جماعتِ قادیان و ربوہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ الوصیت میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ آپ کے بعد آپ کی جماعت کو بچانے اور سنبھالنے کے لئے اللہ تعالیٰ "قدرتِ ثانی" کو نازل کرے گا اور اس سے مراد نظامِ خلافت ہے، جو حضرت مولانا نورالدین کے سربراہ بننے سے قائم ہوا۔ لیکن مولانا نورالدین صاحب نے تو اس کے برعکس جماعت کی قیادت سنبھالتے ہی مولانا محمد علی صاحب سے ایک اعلان بعنوان "دوسری قدرت" شائع کروایا جس میں الوصیت سے قدرتِ ثانی کی آمد کے لئے دعا کرنے کا ذکر درج کیا، جہاں حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا تھا: "سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو" اور اس ہدایت کو دہراتے ہوئے مولانا نورالدین صاحبؓ کا ارشاد شائع کیا کہ:

"اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت مولوی صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جہاں ہمارے دوست ہیں وہ ہر روز، یا جس طرح ممکن ہو ایک دفعہ اکٹھے مل کر نماز میں یا نماز سے باہر اس موعود قدرتِ ثانی کے نزول کے لئے دعائیں کریں"

(البدر، 18 جون اور 25 جون 1908 ،صفحہ اوّل، نیز الحکم 18 جون 1908 صفحہ 4)

اگر حضرت مولانا نورالدین صاحب کے خلیفہ بننے سے قدرت ثانی کا نزول ہو چکا تھا تو ایسا اعلان کروانا، جس کو تین شماروں میں شائع کیا گیا، ایک بے معنی اور بے فائدہ بات تھی۔

اس کے پانچ سال بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب سے سوال پوچھا گیا کہ قدرتِ ثانیہ سے کیا مراد ہے تو آپ کا جواب یہ تھا کہ رسول کریمؐ کے زمانہ میں جو قدرت کا ہاتھ نمودار ہوا، وہ ہاتھ۔

"آپ کے بعد آپ کے خلفاء، نواب، مجددین کے وقت بھی ہوتا رہا۔ وہ سب قدرتِ ثانیہ تھے۔ قدرتِ ثانیہ کی حد بندی نہیں ہوسکتی"

(بدر، 22 مئی 1913، صفحات 3-4)

تمام جواب میں آپ نے کہیں نہیں فرمایا کہ قدرتِ ثانیہ تو میری خلافت ہے، بلکہ اس جواب کے مطابق تو خود حضرت مسیح موعودؑ اس قدرتِ ثانی کا مظہر ہیں جو آنحضرت ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے لے کر تا قیامت دی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو عطاء کی گئی قدرتِ ثانی وہ تائید الٰہی ہے جس نے آپ کی جماعت کو آج تک قائم رکھا ہے، اور جس نے آپ کے حقیقی مقام اور مشن کو 1914 میں جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانیوں کے ذریعہ بچالیا۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنی وفات سے قبل ایک لیکچر، پیغامِ صلح، لکھ رہے تھے جو 31 مئی 1908 کو احمدیہ بلڈنگس لاہور، جہاں آپ مقیم تھے، ایک

جلسہ عام میں پڑھا جانا تھا، مگر اسی اثناء میں آپ کی وفات ہوگئی۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے لاہور میں ایک اور جلسہ کا انتظام کروایا جس میں آپ نے ہزاروں کے مجمع کے سامنے 21 جون 1908 کو پنجاب یونیورسٹی ہال میں وہ لیکچر پڑھ کر سنایا۔ اس کی رپورٹ الحکم میں شائع ہوئی۔ جس میں اس کو قدرتِ ثانیہ کی ایک جھلک قرار دیا گیا ہے:

21 جون کا دن۔ ان مبارک موعود دنوں میں سے ایک دن تھا جن کا احمدی قوم کو اس کے پاک امام نے اپنی وصیت میں وعدہ فرمایا ہے۔

21 جون کا دن۔ خدا کی پیاری اور برگزیدہ قوم کے واسطے قدرت ثانیہ کی ایک ابتدائی چھوٹی سی جھلک کے ظہور کا دن تھا۔

21 جون کا دن۔ آج حضرت اقدس کا وہ عظیم الشان مضمون جو آپ نے پیغامِ صلح کے نام سے اپنی زندگی کے آخری ایام میں۔۔۔ لکھا تھا، وہ یونیورسٹی ہال لاہور میں۔۔۔ مکرمی جناب کمال الدین صاحب کی معرفت بڑی شان اور دھوم سے پڑھا گیا۔ (الحکم، 10 جولائی، 1908، ص 2، کالم اوّل)

اس رپورٹ میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ یہ قدرت ثانیہ کا ظہور نظامِ خلافت کے قائم ہونے سے ہوا ہے۔

یہاں یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت لکھنے کے چند دن بعد 26 دسمبر 1905 کو ایک تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا:

"اگر میں جماعت کی موجودہ حالت پر ہی نظر کروں تو مجھے بہت غم ہوتا ہے کہ ابھی بہت ہی کمزور حالت ہے۔۔۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر نظر کرتا ہوں جو اس نے مجھ سے کئے ہیں تو میرا غم اُمید سے بدل جاتا ہے۔۔۔ غم اس بات کا ہے کہ ابھی جماعت کی حالت کچی ہے اور پیغامِ موت آرہا ہے۔ گویا جماعت کی حالت اس بچہ کی سی ہے جس نے ابھی دو چار روز دودھ پیا ہو اور اس کی ماں مر جائے۔" (ملفوظات، 1984 ایڈیشن، جلد 8، ص 299)

اگر آپ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ آپ کی وفات پر فوراً قدرتِ ثانی نے خلافت کی شکل میں نازل ہونا ہے تو آپ کو تو جماعت کے لئے غم کرنے کی بجائے خوشی ہوتی۔

4۔ انجمن کا حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں کام شروع کرنا

اس انجمن کے تفصیلی قواعد اخبار "بدر" مورخہ 16 اور 23 فروری 1906 میں شائع ہوئے زیرِ عنوان:

قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، ضلع گورداسپور،

منظور کردہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیح موعود علیہ السلام

ان قواعد کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس انجمن کو جماعتِ احمدیہ کے انتظامی اور مالی امور پر کُلی اختیارات دیئے گئے ہیں اور ان میں کسی فردِ واحد خلیفہ کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔ البتہ آخر میں درج ہے: (دیکھیں بدر، 23 فروری 1906، صفحہ 8)

"30۔ ہر ایک معاملہ میں صدر انجمن احمدیہ اور اس کے ماتحت مجالس اور اس کی کُل شاخہائے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا۔"

اسی کے نیچے اس انجمن کی مجلس معتمدین کے عہدیداروں اور اراکین کے ناموں کی فہرست دی گئی ہے اور لکھا ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعودؑ نے خود مقرر کیا ہے۔ عہدیدار یہ تھے: مولوی نورالدین صاحب، پریزیڈنٹ مولوی محمد علی صاحب سیکرٹری، اور خواجہ کمال الدین صاحب، مشیرِ قانونی۔

اس انجمن نے اسی وقت سے اپنے اختیارات استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ اگلے سال، 1907 میں انجمن کے کسی فیصلہ کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے خسر، میر ناصر احمد صاحب کو اختلاف ہوگیا۔ اس مسئلہ کو جب مرزا صاحب کے سامنے پیش کیا گیا، تو آپ نے ذیل کا فیصلہ اپنے قلم سے لکھ کر دیا:

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیے اور وہی قطعی

ہونا چاہیے۔لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے۔اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہیں کرے گی۔لیکن صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔والسلام،مرزا غلام احمد،عفی عنہ 27 اکتوبر 1907

اصلی نوٹ کا عکس ہماری کتابوں اور اخباروں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔یہ حضرت مسیح موعود کا واضح تحریری فیصلہ ہے کہ آپ کے بعد اس انجمن کو سلسلہ احمدیہ کے تمام امور میں حکمرانی اور خودمختاری حاصل ہے کہ اس کے اوپر کسی سربراہ یا فردِ واحد کو مقرر نہیں کیا گیا۔اور جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے۔ قادیانی خلیفہ ثانی،مرزا محمود احمد صاحب نے خود 1925 میں اعتراف کیا کہ اس انجمن کے بنیادی اصولوں میں خلیفہ کو کوئی ذکر نہ تھا۔

5۔بعد وفات حضرت مسیح موعودؑ

بہر حال،یہ انجمن حضرت مسیح موعود کی باقی زندگی میں اسی طرح بطور جماعت کے ناظم اعلیٰ کام کرتی رہی۔آپ کی وفات مئی 1908 میں ہوئی اور اس کے بعد جب پہلا جلسہ سالانہ ہوا تو مولانا محمد علی صاحب نے 27 دسمبر 1908 کو انجمن کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے مندرجہ بالا نوٹ اپنی تقریر میں پڑھ کر تمام موجودہ جماعت کو سنایا۔اس کے متعلق اخبار،بدر،میں لکھا ہے:

"ایک قلمی تحریر حضرت اقدس کی پڑھی گئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میرے بعد صدرانجمن احمدیہ کا ہر ایک فیصلہ قطعی ہوگا۔"(بدر،مورخہ 2۔31, دسمبر 1908،صفحہ 13،کالم اوّل)

اس کے آگے خواجہ کمال الدین صاحب کی تقریر کی رپورٹ ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی بنائی ہوئی جماعت کو"نہ اپنی اولاد کو دیا،نہ رشتہ داروں کو،بلکہ ایک اور شخص کو جو باہر سے آیا (یعنی حضرت مولانا نورالدین)،میرے لئے اس سے بڑھ کر آپ (یعنی حضرت مسیح موعود) کی صداقت کا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔"آگے چل کر خواجہ صاحب نے فرمایا:"خیر اب یہ امام اس انجمن کو اپنا جانشین کر گیا ہے۔"

ان دونوں تقاریر سے قادیانی جماعت کے اس اعتراف کی بھی تردید ہو جاتی ہے،جو وہ بار بار پیش کرتے ہیں،کہ لاہوری بزرگوں نے خلیفہ اوّل کو تو مانا،تو پھر خلیفہ ثانی کو کیوں نہ مانا؟لاہوری بزرگوں نے خلیفہ اوّل کو مانا کیونکہ اس کی خلافت اس نظام کے مطابق تھی جو حضرت مسیح موعود نے قائم کیا تھا۔جس میں انتظامی امور میں انجمن آپ کی جانشین تھی اور کوئی فردِ واحد اس پر حاکم نہیں تھا۔جس خلافت کا قادیانی جماعت ذکر کرتی ہے وہ انہوں نے 1914ء میں قائم کی،جس کے مطابق خلیفہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور دستِ راست ہے۔جس کے ہر فرمان کی اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرح اطاعت کرنا ضروری ہے اور جس کے کسی فعل یا عمل پر کسی کو سوال اٹھانے کا حق نہیں حاصل،کیونکہ جو کچھ خلیفہ کرے اس کی اللہ تعالیٰ تصدیق کرتا ہے اور اس میں خطاء کا کوئی امکان نہیں۔

جب ان تقریروں میں تمام جماعت کے سامنے انجمن کا مقام واضح کیا گیا تو حضرت مرزا صاحب کے اہل خاندان جو گدی بنا کر پیری مریدی قائم کرنا چاہتے تھے انہیں سخت تشویش ہوئی کہ اگر خلیفہ انجمن پر حاکم نہ ہوا تو ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔خلیفہ تو نورالدین بن گیا ہے جو خاندان کے باہر کا ہے اور انجمن کے بڑے عہدیدار محمد علی اور خواجہ کمال الدین بھی خاندان سے باہر کے ہیں۔ اِس لئے انہوں نے جماعت میں یہ مسئلہ اٹھانا شروع کر دیا کہ آیا خلیفہ انجمن پر حاکم ہے،یا انجمن خلیفہ پر؟کس کا مقام دوسرے سے بلند ہے؟ساتھ ہی حضرت مولانا نورالدین صاحب کو مولانا محمد علی صاحبؒ،خواجہ کمال الدین صاحب اور انجمن سے بدظن کرنے کے لئے حضرت مولانا صاحب کو یہ کہنا شروع کیا کہ یہ انجمن کے لوگ آپ کو کچھ نہیں سمجھتے،آپ کو اپنے ماتحت سمجھتے ہیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆

قسط چہارم

سوانح حیات حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان مرحوم و مغفور

’’حیات سعید‘‘ (غیر مطبوعہ)

باب دوم (حصہ اوّل)

از: صفیہ سعید

علاقہ ہزارہ میں تحریک احمدیت کی مختصر تاریخ

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی حیاتِ بابرکات کا پسِ منظر تمام تر حالات کے ساتھ سامنے لانے کے لئے علاقہ ہزارہ میں تحریکِ احمدیت کا مختصر جائزہ لینا ضروری ہے۔

ہزارہ، پاکستان کے صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختون خواہ) کا ایک ضلع تھا۔ جسے اب ڈویژن کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ یہ ایک خوبصورت سرزمین ہے۔ جس کے نشیب و فراز میں قائم، بستیوں کے بسنے والے قدامت پسند اور مخصوص روایات کے غلام رہے ہیں۔ دنیاوی اور مذہبی لحاظ سے وہ خوانین علاقہ اور ملاؤں کے زیر اثر ہیں۔ ظاہری رسوم اور قدروں کے شیدائی ہیں۔ لہذا ایسے ماحول میں تفہیم دین اور تجدیدِ اسلام کا کام نہایت دشوار اور ناممکنات میں سے نظر آتا ہے۔ مگر جب تائیدِ الٰہی شاملِ ہو تو ہر ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ وہ جو کام، جہاں اور جس سے لینا چاہتا ہے، اُس کے لئے راہیں استوار کر دیتا ہے۔

حضرت امامِ زماں کے دعاوی کی بازگشت، جب ان وادیوں میں سنائی دی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے چند سعید روحوں کو اس طرف مائل کر دیا اور ایک جماعت کھڑی کر دی۔ اس تحریک پر اولاً لبیک کہنے والے مولوی محمد یحیٰ صاحب دیبگرائیں تھے۔ باقاعدہ بیعت میں شمولیت کے بعد، مولوی صاحب نے نہایت جوش اور ولولہ کے ساتھ یہ پیغام دوسروں تک پہنچانے کی عملی جدوجہد کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے آپ اپنے والد حافظ محمد سعید صاحب کے عقیدت مندوں اور شاگردوں سے فرداً فرداً ملے اور حق کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ جیسا کہ حق کو قبول کرنا ہر دور میں اپنے لئے مشکلات کو دعوت دینے کے مترادف رہا ہے، اسی طرح اس دور کی مشکلات بھی کچھ کم نہ تھیں، ہر طرف مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ تاہم مولوی صاحب کی کوششوں کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا اور چند نفوس سلسلہ احمدیت میں داخل ہوئے جو نہایت استقلال کے ساتھ ہر مشکل کا مقابلہ کرتے رہے اور ہر قسم کی قربانیوں کے لئے ہمیشہ تیار رہے اور اس پر استقامت دکھائی۔

ان بزرگوں کا کچھ ذکر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے اپنی تحریر ’’ہزارہ میں تحریکِ احمدیت کا اثر و نفوذ‘‘ میں کیا ہے جو اختصار کے ساتھ یہاں پر تحریر کیا جاتا ہے۔

مولانا سید سرور شاہ

مولانا سید سرور شاہ گھوڑی علاقہ کشمیر کے رہنے والے ایک بڑے عالم دین تھے اور ایبٹ آباد صدر کی جامع مسجد کے امام تھے۔ ابتداء میں انہیں مولوی محمد یحییٰ صاحب نے ہی پیغام حق پہنچایا۔ جلد ہی وہ پشاور چلے گئے اور وہاں مشن کالج میں عربی پڑھانے پر مامور ہوگئے۔ اُن کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے قبولِ حق کے لئے کھول دیا۔ بعدہٗ وہ قادیان جا کر اقامت پذیر ہو گئے اور مدرسہ احمدیہ کے استادِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اُنہوں نے اپنی ساری عمر وہیں گذار دی۔

داتہ میں قیام جماعت

داتہ، ہزارہ کا مشہور گاؤں ہے۔ وہاں مولوی محمد یحییٰ صاحب تبلیغ کے لئے گئے، تو ایک نوجوان طالب علم محمد یمین (مولوی محمد یمین، ماسٹر ابراہیم کے والد اور بشیر احمد ڈی ایس پی پشاور کے دادا تھے) کو پہلے ہی اس تحریک کا حامی پایا۔ وہ نوجوان تین ماہ پہلے بیعت کر چکے تھے، چنانچہ یہ دونوں ایک دوسرے کی تقویت کا موجب ہوئے۔

گاؤں (داتہ) کے نمبر دار فتح علی شاہ کا بیٹا سید حیات علی شاہ اور بھتیجا سید سرور شاہ داخلِ جماعت ہوئے۔ اور بڑی جرأت سے ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرتے رہے۔

ان کے علاقہ داتہ کے حاجی احمد ین ایک آسودہ حال زمیندار نے بھی بیعت کر لی۔ اسی گاؤں کے علماء کے خاندان میں سے مولوی عبد الغنی اور اُن کے نوجوان بھتیجے محمد اکبر کو قبولیت حق کی توفیق ملی۔ علاوہ ازیں میاں سعید احمد دکاندار، میاں گل حسن، میاں دین محمد، منشی محمد اکرم، بابا اللہ دین اور میاں خیر اللہ عرف خیر و ڈاکٹر داخل جماعت ہوگئے۔ اس طرح اس گاؤں میں ایک مختصر جماعت قائم ہوگئی۔

مولوی محمد یمین صاحب کے صاحبزادے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے یادرفتگان میں شامل ایک مضمون میں اُن کا واقعہ قبولیتِ احمدیت بیان کیا ہے جو مختصراً یوں ہے کہ مولوی محمد یمین صاحب داتہ میں بطورِ طالب علم مقیم تھے، کہ ایک موقعہ پر اُنہوں نے مانسہرہ کے مشن ہاؤس کے باہر ایک پادری صاحب کو، دو تصویریں عوام کو دکھاتے دیکھا۔ ایک حضرت عیسیٰؑ کی نہایت خوبصورت تصویر اور دوسری حضرت محمد ﷺ کی نہایت ہتک آمیز تصویر۔ پادری صاحب اس طرح حضرت عیسیٰؑ کی آپ ﷺ پر برتری ثابت کر کے لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کر رہے تھے۔ مولوی محمد یمین صاحب سے یہ توہین رسالت برداشت نہ ہوئی اور پادری صاحب سے بحث میں اُلجھ گئے۔ ہجوم اکٹھا ہوگیا اور شام تک سلسلہ چلا۔

آخر، پادری صاحب نے دس سوال لکھ کر دیئے کہ اگلے روز، مولوی محمد یمین ان کے جواب دیں۔ اگر وہ جواب نہ دے سکے تو اُن کو عیسائی ہونا پڑے گا اور فیصلہ ہوا کہ اگلے روز رئیس اعظم مانسہرہ جمعہ خان کی ڈیوڑھی میں مباحثہ ہو اور جمعہ خان ثالث کے فرائض انجام دیں۔ مولوی یمین نے اپنے اُستاد مولوی عبد الکریم سے مدد چاہی۔ سوال دکھائے تو اُنہوں نے مولوی یمین صاحب کو ایک کتاب دی کہ اس میں تمام جوابات لکھے لکھائے موجود ہیں۔ مولوی یمین نے وہ جوابات یاد کر لئے۔

اس طرح مباحثہ میں پادری کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں کو فتح۔ چونکہ مولوی عبد الکریم صاحب نے کتاب کا سرِ ورق پھاڑ کر کتاب مولوی یمین کو دی تھی۔ اس لئے مولوی یمین نے اپنے استاد مکرم سے مصنف کا نام اور کتاب کا نام معلوم کرنا چاہا۔ معلوم ہوا کہ یہ مولوی نور الدین صاحب کی تصنیف "فصل الخطاب" ہے جو مرزائی ہیں مولوی محمد یمین نے مولوی نور الدین صاحب کو خط لکھا اور پھر خود قادیان جا کر حالات سے اطمینان حاصل کیا اور 1896ء میں حضرت مجدد وقت کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

موضوع منگلور

موضوع منگلور کے ابتدائی امدادی مدرسہ کے بانی اور مدرس مولوی سعید اللہ صاحب تھے، جنہیں آج بھی اُن کے علمی فیوض کی وجہ سے اس گاؤں کا 'سر سیدؔ' کہا جاتا ہے۔ جب مولوی محمد یحییٰ صاحب نے تبلیغ کی، تو انہوں نے فوراً حق کو پہچان لیا۔ اپنے گاؤں میں اُنہیں کوئی جماعت میسر نہ آسکی اس لئے وہ ہمیشہ جمعہ ادا کرنے کے لئے آٹھ میل کا پہاڑی سفر طے کر کے دیبگراں آتے اور واپس جایا کرتے تھے۔

موضع کچھی

موضع کچھی تحصیل ایبٹ آباد میں ہے۔ وہاں کے مولوی احمد جی اور اُن کے ساتھ چند دیگر اشخاص، میاں صفدر، فضل، کالو، عمر دین، میاں وارث، شیر خان، کرم خان، رحمت اللہ، یعقوب خان اور میر زمان وغیرہ نے حق کو شناخت کیا اور وہاں ایک جماعت قائم ہوگئی۔

☆☆☆☆

حضرت مولوی محمد یحیٰ کی تبلیغی ساعی کے سلسلہ میں ایک خط جو اکتوبر ۱۹۰۶ء میں اخبار بدر میں چھپا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

سلسلہ حقّہ کے نئے ممبر

اما بعد

شرائط بیعت

از خاکسار محمد یحیٰ ساکن دیب گراں ڈاک خانہ مانسہرہ، ہزارہ حال وارد موضع کچھی تحصیل ایبٹ آباد ڈاکخانہ بیڑ۔

بخدمت شریف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

موضع کچھی کے لوگ بہت نیک و صالح ہیں ان کا مولوی صاحب مولوی احمد جی صاحب ایک باوقار اور مستقیم مزاج و ثابت قدم انسان ہے۔ آہستہ آہستہ عرصہ ۶ سال ان کو حضرت کے دعویٰ کی نسبت عرض کیا گیا آخر وہ اس بھید کو سمجھ گئے۔ اور اس دعویٰ کو انہوں نے تسلیم کیا پھر ان میں سے سب سے پہلے سبقت کر کے مولوی عبد الرحمٰن خلف الرشید مولوی احمد صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دو ماہ رہ کر واپس آیا۔ ان کے واپس آنے سے ان لوگوں کے دل کو زیادہ ہی اطمینان ہوا۔ اب یہ سب لوگ بیعت کرنے کو، بلکہ خدمت مسیح موعود میں حاضر ہونے کو تیار ہیں۔ اب جو اس وقت حاضر ہیں ان کے بیعت لکھے گئے۔ حضرت منظور فرما کر بواپسی ان کو جواب سے اور دعاء استقامت سے یاد فرما دیں۔ ان کے لئے حضرت ضرور ثابت قدمی کی دعا کریں۔ ان کے اردگرد کے لوگ بلکہ چند اشخاص گاؤں میں بھی بہت کچھ شرارت کرتے ہیں۔

اسماء گرامی بیعت کنندگان برادران کے مندرجات ذیل ہیں:

(۱): مولوی احمد جی صاحب خلف رشید مولوی محمد جی مرحوم ساکن کچھی تحصیل ایبٹ آباد ڈاکخانہ بیڑ۔ (۲): فضل ولد حسن علی خان ساکن کچھی۔ (۳): یعقوب خاں ولد سمندر خاں نمبر دار ساکن کچھی۔ (۴): داؤد خان ولد یعقوب خان ساکن کچھی۔ (۵): سید جمعہ شاہ ولد شاہ نور حسین ساکن کچھی۔ (۶): محمد وارث ولد متولے ساکن کچھی۔ (۷): فیض نور زوجہ محمد وارث ساکن کچھی۔ (۸): یوسف ولد محمد وارث ساکن کچھی۔ (۹): صاحب جان بنت محمد وارث۔ (۱۰): زینب بنت محمد وارث ساکن کچھی۔ (۱۱): مریم بنت محمد وارث ساکن کچھی۔ (۱۲): صابرہ بنت محمد وارث ساکن کچھی۔ (۱۳): شیر خان ولد سید خان ساکن کچھی۔ (۱۴): خانم جان زوجہ شیر خان ساکن کچھی۔ (۱۵): عبد الکریم ولد اللہ دین ساکن کچھی۔ (۱۶): شرف نور زوجہ عبد الکریم ساکن کچھی۔ (۱۷): شیر گل طالب علم ولد عبد اللہ ساکن کچھی۔ ''یہ شیر گل عرض کرتا ہے میرے واسطے حضرت از دیاد علم کی دعا فرما دیں''۔ (۱۸): ملاں امان اللہ ولد ہاشم علی خان ساکن کچھی۔ (۱۹): محمد عرفان ولد امان اللہ ساکن کچھی۔ (۲۰): شیر خان ولد امان اللہ ساکن کچھی۔ (۲۱): عبد الرحمٰن ولد شیر خان ساکن کچھی۔ (۲۲): امیر خاں ولد شیر خان ساکن کچھی۔ (۲۳): گل زماں ولد شیر خاں ساکن کچھی۔ (۲۴): گل جان بنت شیر خاں ساکن کچھی۔ (۲۵): کرم نور بنت شیر خان ساکن کچھی۔ (۲۶): نور جہاں زوجہ شیر خاں ساکن کچھی۔ (۲۷): میر زمان ولد مندا خان ساکن موضع ٹاہلی۔ (۲۸): حبیب نور زوجہ فضل ساکن کچھی۔ (۲۹): عبد

اللہ ولد فضل ساکن کچھی۔ (۳۰): الٰہی نور بنت فضل ساکن کچھی۔ (۳۱): کالا ولد میر زماں ساکن کچھی۔

راقم

محمد یحییٰ از دیبگراں مانسہرہ، ہزارہ

یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء

☆☆☆☆

موضع چھپڑ

موضع چھپڑ اور دیبگراں، کے دو مذہبی گھرانوں کا تعلق بہت دیرینہ تھا۔ یہ دونوں خاندان حضرت صاحب کوٹھے والے، کے مرید اور اس طرح ''پیر بھائی'' تھے۔ جب حضرت حکیم محمد یحییٰ اور حضرت محمد یعقوبؓ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کی بیعت کرلی تو دونوں گھرانوں میں کچھ اختلاف اور کشیدگی پیدا ہوگئی۔ اخونزادہ حمید اللہ (اخونزادہ حمید اللہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے خسر تھے، اور حبیب الرحمان صادق صاحب کے والد تھے۔ آپ ارجمند صادق و برادران و ڈاکٹر نظیر الاسلام کے دادا تھے، مولوی عبد الرحمان ڈاکٹر نظیر الاسلام کے والد تھے) اور ان کے صاحبزادے مولوی عبد الرحمان جو بذاتِ خود ایک بلند پایہ عالم تھے، دیبگراں والوں سے اُن کی قبولیت احمدیت کی وجہ سے سخت ناراض تھے، اور بہت بحثیں ہوتی تھیں۔ دیبگراں والے حکیم محمد یحییٰ صاحب نے تجویز کیا کہ مولوی عبد الرحمان صاحب خود قادیان جائیں اور حضرت مرزا صاحب سے ملیں۔ چنانچہ مولوی عبد الرحمان صاحب قادیان تشریف لے گئے۔ خود چھان بین کی اور نتیجتاً بیعت کر کے واپس لوٹے۔ البتہ اخونزادہ حمید اللہ اپنی مخالفت پر اڑے رہے۔ اور بیٹے سے قطع تعلق بھی کرلیا۔ مگر بیٹے کے مسلسل اصرار پر آپ اپنے ایک معتقد اور گاؤں کے ساتھی حافظ شرف الدین کے ہمراہ قادیان گئے۔ وہاں رہے اور حالات معلوم کرنے کے بعد احمدی ہوگئے۔ واپس آکر آپ نے گاؤں کی مسجد کی امامت چھوڑ دی۔ اس طرح یہ دونوں باپ بیٹا ہزارہ میں احمدیت کے قیام کے لئے تقویت کا موجب ہوئے۔

موضع تھاتھی

موضع تھاتھی کے مولوی ابراہیم صاحب اور اُن کے فرزندان محمد عرفان، عبد الغنی، عبد الرحمان اور محمد جان نے بھی احمدیت قبول کرلی۔ مولوی ابراہیم صاحب کا واقعہ قبولیت احمدیت اُن کے بیٹے عبد الرحمان نے یوں بیان کیا ہے کہ:

> ''جب مولوی محمد یحییٰ صاحب، اُن کے والد صاحب کے ہاں تبلیغ کے لئے گئے، تو رات وہاں (تھاتھی میں) گذاری۔ اور بعد از نماز فجر تبلیغ احمدیت کے سلسلے میں گفتگو شروع کی۔ تھوڑی دیر بات سننے کے بعد اُن کے والد محمد ابراہیم نے کہا کہ:
>
> ''آپ اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ اگر آپ، صبح اُٹھ کر یہ فرماتے کہ ابراہیم! آج نماز مشرق کی طرف منہ کر کے پڑھنی ہے۔ تو ابراہیم! کیسا مسلمان ہے کہ آپ کی یہ بات بھی صحیح نہ جانتا۔ آپ نے جس بات کو حق پا کر قبول کیا ہے۔ وہ یقیناً حق ہے۔ میرے لئے یہ ہی سند کافی ہے۔ جلدی کیجئے اور میری بیعت کی درخواست بھیجئے''۔

صوابی میرا کے سید فضل شاہ اور موضع چریاں کے حاجی محمد دین عرف محمدی۔ موضع لنگر کے محمد عباس بھی اسی ابتدائی زمانہ میں داخل سلسلہ ہوئے۔

مانسہرہ

محمد مطیع اللہ خان صاحب، جو اُس وقت محکمہ مال میں ملازم تھے۔ داخل بیعت ہوئے اور نہایت جرأت سے ہر مشکل کا مقابلہ کرتے رہے۔ تحصیلداری کے عہدہ سے پنشن حاصل کی۔ مانسہرہ میں سکونت رکھتے تھے اور نوے سال کی باعزت و بامراد زندگی پا کر اُنہوں نے ۱۹۶۰ء میں وفات پائی

مولوی محمد یحییٰ صاحب کے بعض شاگرد بھی حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں شامل ہوئے، جن کے نام یہ ہیں، مولوی حیات اللہ ساکن مدسری، مولوی عبد اللہ ساکن بانڈہ خیر علی خان، مسیر احمد عرف جی ملاں ساکن دھمتوڑ، ملا شیر گل ساکن کچھی، منشی عبد الغفار ساکن پھلڑہ، عبد اللہ، حکیم عطاء الرحمان اور عبد القادر اور ہرسہ، برادران امب عبد الطیف، محمد شریف و محمد سعید، ہرسہ برادران

سکنہ کھیری۔

بعض دیگر ہستیاں

چند ایسی ہستیاں جو ملک کے دوسرے علاقوں سے آ کر ضلع ہزارہ میں آباد ہوئیں اور اسی عرصہ کے دوران احمدیت قبول کی، اُن میں خان محمد عجب خان، زیدہ ضلع مردان کے معزز خوانین میں سے تھے، اور مانسہرہ میں بطور تحصیلدار متعین تھے۔ وہ اپنی عظیم شخصیت، جرأتِ ایمانی بلند کرداری میں فقید المثال تھے۔

شیخ ضیاء اللہ صاحب

مانسہرہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں یہاں آئے اور کافی عرصہ یہاں قیام کا موقعہ ملا۔ وہ گجرات کے قانون گو شیخوں میں سے تھے اور حضرت شیخ رحمت اللہ مالک انگلش ویئر ہاؤس کے بہنوئی تھے۔ بہت نیک، خوش مزاج اور با اخلاق بزرگ تھے۔ اُن کی وجہ سے اس نازک دور میں علاقہ مانسہرہ کے احمدیوں کو بڑی روحانی تقویت حاصل تھی۔

شیخ نور احمد صاحب (وکیل)

۱۹۰۱ء میں ایک اور قیمتی وجود، حضرت شیخ نور احمد صاحب نے ضلع ہزارہ کے صدر مقام ایبٹ آباد میں ورود فرمایا اور اس شہر کی قسمت جاگی۔ شیخ صاحب نے اپنے پیشہ وکالت کے لئے اس شہر کو منتخب کیا۔ آپ کا اصل وطن دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) تھا۔ تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی۔ ایبٹ آباد آنے سے پہلے وہ، حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل ہو کر فیض صحبت حاصل کر چکے تھے۔ وہ ایک قابل مقرر، صاحب درد انسان اور بڑے متقی تھے۔ احمدیت کے لئے جوش رکھتے تھے اپنے اخلاق اور ہمدردانہ روش کی بدولت اپنے ماحول میں، انہوں نے عزت کا مقام پیدا کر لیا تھا۔ باوجود مذہبی اختلاف کے ضلع بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اور ایبٹ آباد کے مسلمانوں کے لیڈر مانے جاتے تھے۔ ہر مشکل کے موقعہ پر لوگ اُن کی طرف رجوع کرتے اور وہ خدمت سے کبھی بھی گریز نہ کرتے تھے۔ شیخ نور احمد صاحب ۱۹۲۱ء میں لاہور میں، دل کے عارضہ سے وفات پا گئے اور میانی صاحب کے اس قطعہ زمین میں، جس میں احمدیت کے آسمان کے کئی دیگر ستارے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، وہیں شیخ نور احمد صاحب بھی مدفون ہیں۔

آپ کی اولاد میں سے آپ کے چاروں صاحبزادے اور صاحبزادیاں مدارجِ دنیا اور اخلاق اور اعتبار سے اونچے مقامات پر پہنچے۔ آپ کے دونوں بڑے صاحبزادے پروفیسر شیخ عزیز احمد اور شیخ محمد احمد، تادمِ حیات احمدیت سے وابستہ رہے۔ شیخ عزیز احمد اسلامیہ کالج پشاور میں زوآلوجی کے پروفیسر تھے اور اپنے عمل، علم و فضل، ہنر تعلیم اور اخلاق کی وجہ سے بڑی شہرت رکھتے تھے۔ شرافت، متانت اور انکساری میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے 1962ء میں بعارضۂ قلب کالج میں ہی اچانک وفات پائی۔

شیخ محمد احمد، اپنے والد مرحوم کے جانشین کی حیثیت سے وکالت کے پیشہ سے منسلک ہو گئے، عرصہ تک سرکاری وکیل رہے۔ اپنے والد مرحوم کی طرح بہت بلند حوصلہ اور مخیّر انسان تھے، احمدیت کے لئے بڑی غیرت رکھتے تھے اور نہایت جری اور نڈر تھے۔ اپنے اخلاق اور قوتِ ایثار کی بدولت، وسیع حلقہ میں اُنہیں بڑی عزت کا مقام حاصل تھا۔

جامع ایبٹ آباد سے پہلے آپ کی رہائش گاہ پر ہی نمازِ جمعہ اور عیدین کی نمازیں ہوتی تھیں۔ آپ کی وفات بھی ۱۹۶۲ء میں ہی ہوئی۔

خان بہادر سعید احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''جن لوگوں کا تذکرہ یہاں ہو چکا ہے، یہ سب کے سب اپنی زندگی میں ایمان و استقامت دکھا کر لمبی عمریں پا کر اپنے اپنے وقت پر اپنے مولیٰ کریم سے جا ملے۔ اور اُن میں سے اکثر آسودہ حال اولادیں چھوڑ گئے۔ جن میں سے بعض 'الباقیات الصالحات' کا درجہ رکھتے ہیں۔ مجھے ان سب غیر معمولی انسانوں کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور اُن میں ایسی خصوصیات کا مشاہدہ ہوا ہے جو ایک انسان کو اپنے ہم جنسوں میں ممتاز کر دیتی ہیں۔ ان لوگوں کی زندگیاں حضرت صاحب کی ایک شہادت کو کس قدر ایمان افروز ثابت کرتی ہیں جو آپ نے فرمایا تھا

لوائے ما پناہ ہے ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد''

(جاری ہے)

علم انسانی کمال کے حصول کا ذریعہ

قاری فضل الٰہی

علم کے ذریعہ آدمی کو ایمان کامل حاصل ہوتا ہے اور وہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ بُرے لوگوں کو اچھائی کی طرف راغب کرتا ہے۔ دشمن کو دوست بناتا ہے۔ بیگانوں کو اپنا بناتا ہے اور علم کے ذریعہ دنیا میں امن و امان کی فضا پیدا کرتا ہے۔ علم کی فضیلت وعظمت جس قدر اسلام میں بیان فرمائی ہے کسی اور مذہب میں اتنی تاکید نہیں ہے۔ کلام پاک کے تقریباً 78 ہزار الفاظ میں سے پہلا لفظ جو اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم کے قلب مبارک پر نازل فرمایا وہ اقراء ہے یعنی پڑھ۔ اور قرآن پاک کی چھ ہزار آیتوں میں سے جو پانچ آیات نازل ہوئیں ان سے بھی قلم کی اہمیت اور علم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا''۔

(سورۃ العلق آیات 1 تا 5)

وحی کے آغاز ہی میں جس چیز کی طرف سرکارِ دو عالم کے ذریعہ سے انسانوں کو توجہ دلائی گئی ہے، لکھنا پڑھنا اور تعلیم وتربیت کے جواہر سے انسانی زندگی کو آراستہ کرنا ہے۔ آنحضرت صلعم کو جب منصب نبوت پر فائز کیا گیا اس وقت عرب کی کیا حالت تھی؟ قرآن کریم نے اس کا یوں نقشہ کھینچا ہے: ''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے بچایا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ'' (آل عمران آیت 103)

اللہ کے رسول صلعم نے ان کی تعلیم و تربیت اس انداز سے کی اور ان کو زندگی گذارنے کے اصول بتائے کہ چند سال کے عرصہ میں ان کی حالت میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ یہ تھی آپ کی قوت قدسی جس نے پورے عرب کی کایا پلٹ دی۔ اور آپ کی تربیت کی وجہ سے ہر طرف افراد تعلیم و تعلم سے جڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اللہ تم میں سے اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو ایمان لائے اور وہ جنہیں علم دیا گیا'' (سورۃ المجادلہ آیت 11)

ایک جگہ فرمایا: ''اے نبی کہہ! کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے برابر ہوسکتے ہیں۔ نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں'' (سورۃ الزمر آیت 9)

ایک اور آیت کریمہ میں تاریکی اور روشنی کی مثال دے کر عالم اور جاہل کے فرق کو واضح کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کہہ دیجئے کیا برابر ہوسکتے ہیں اندھا اور دیکھنے والا یا برابر ہوسکتا ہے اندھیرا اور اُجالا''۔

(سورۃ الفاطر آیت 20-19)

اسی طرح بہت سی آیات ہیں جن میں عالم اور جاہل کے فرق کو واضح کیا ہے اور ان کے درجات کے تعین کے ساتھ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ علم کی فضیلت اور اس کو حاصل کرنے کی ترغیب کے حوالہ سے کثرت سے احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں اہل علم کی ستائش کی گئی ہے اور انہیں انسانیت کا سب سے اچھا آدمی قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر، یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی تک لوگوں کے معلم کے لئے بھلائی کی دعا کرتی ہے''

(رواہ الترمذی)

ایک دوسری حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں وہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دن رسول اللہ صلعم اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے وہاں دو حلقے بیٹھے ہوئے تھے ایک حلقہ قرآن کی تلاوت کر رہا

تھا اور اللہ سے دعا کر رہا تھا دوسرا تعلیم و تعلم کا کام سرانجام دے رہا تھا۔ آپ ؐ نے فرمایا دونوں بھلائی پر ہیں یہ حلقہ قرآن پڑھ رہا ہے اور اللہ سے دعا کر رہا ہے اللہ چاہے تو اس کی دعا قبول فرمائے یا نہ فرمائے۔ دوسرا حلقہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہے اور میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر یہیں بیٹھ گئے'' (مشکوٰۃ)

اہل علم کا صرف یہی مقام و مرتبہ نہیں کہ انہیں دنیا کی تمام چیزوں پر فضیلت دی گئی ہے اور اس کام میں وہ جب تک مصروف ہیں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے لئے دعا کرتی ہے بلکہ ان کا مقام و مرتبہ یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول ؐ نے انہیں انبیاء کا وارث اور جانشین قرار دیا ہے جو کوئی حصول علم کی غرض سے راستہ طے کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اُسے جنت کی ایک راہ چلاتا ہے، فرشتے طالب علم کی خوشی کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور یقیناً عالم کے لئے آسمان اور زمین کی تمام چیزیں مغفرت طلب کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ مچھلیاں بھی جو پانی میں ہیں عابد پر عالم کو ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے چاند کو تمام تاروں پر بلاشبہ علماء ہی پیغمبروں کے وارث ہیں۔ پیغمبروں نے ترکہ میں نہ دینار چھوڑا اور نہ درہم۔ انہوں نے تو صرف علم کو اپنے ترکہ میں چھوڑا۔ پس جس کسی نے علم حاصل کیا اس نے ہی حصہ کامل پایا۔

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے'' (مشکوٰۃ)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص علم کی طلب میں نکلا وہ گویا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے وطن واپس لوٹے'' (مشکوٰۃ)

''پیغمبر اسلام ؐ نے کیسے بلیغ انداز میں فرمایا حکمت کو ایک گمشدہ لعل سمجھو جہاں پاؤ اسے لے لو'' (بخاری مسلم ترمذی)

آپ ؐ نے فرمایا: ''بلاشبہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''

آنحضرت صلعم نے جس انداز میں دین اسلام کی تبلیغ فرمائی وہ نہ صرف یہ کہ انتہائی کامیاب و موثر ہے بلکہ اس میں تعلیم و تربیت کے ایسے اوصاف بھی نمایاں ہیں جو متعلمین و مربین دونوں کے لئے روشن مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مسجد نبوی ؐ کی پہلی درسگاہ اور اصحاب صفہ پر مشتمل طالب علموں کی پہلی جماعت کے عمل نے جلد ہی ایسی وسعت اختیار کر لی جس کی مثال دینے سے دنیا کاثر ہے۔ آپ ؐ نے پہلے خود تعلیم و تربیت دی پھر دوسروں کو تعلیم و تربیت دینے کے لئے کامل افراد کا انتخاب فرمایا چنانچہ تعلیم و تربیت کا یہ سلسلہ آپ ؐ کی وفات کے بعد میں جاری و ساری رہا۔ آپ ؐ کے منتخب کردہ ان تربیت یافتہ معلمین نے درس و تدریس میں جس مہارت کا ثبوت دیا وہ آپ ؐ کی ہمہ گیر تربیت کا ہی نتیجہ ہوسکتا ہے۔ جس کے اثرات تادیر محسوس کیے جاتے ہیں یہی وجہ ہے تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ علم و حکمت اور سنت و حرفت کے وہ ذخائر جن کے مالک آج اہل یورپ بنے بیٹھے ہیں ان کے حقیقی وارث تو ہم لوگ ہیں لیکن اپنی غفلت و جہالت کے سبب ہم اپنی خصوصیات کے ساتھ اپنے تمام حقوق بھی کھو بیٹھے۔ اس زمانے کے امام نے تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا ہے۔ آپ ؓ اپنے ساتھیوں کی تربیت پر بہت توجہ دیتے تھے اسی مناسبت سے وہ آپ ؓ کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے بہت بڑے عظیم الشان مبلغ بنے اور دنیا کے کناروں پر جا کر انہوں نے تبلیغ کی اور تعلیم دی اور بہت سے غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام فرمایا اور دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ ہمیں ضرورت ہے کہ زندگی کی ہر ساعت کچھ نہ کچھ سیکھتے رہیں۔ اسی طرح اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی انتہائی توجہ مرکوز کریں۔ یہی وہ تدبیر ہے جس سے ہم دنیوی اُخروی فلاح کامیابی کو حاصل کر سکتے ہیں۔

بقیہ: **جانور بھی مخلوق خدا ہیں**

احادیث کی رو سے جانور کے جو حقوق ہم پر لازم ہیں وہ یہ ہیں کہ ان سے شفقت و نرمی اور رحم کا معاملہ کریں، ان کے کھانے، چارے اور پانی وغیرہ کا خیال رکھیں ذبح کرتے وقت یہ خیال رکھیں کہ ہم انہیں اللہ کی اجازت سے ذبح کر رہے ہیں۔ ذبح کے وقت ایسے تیز آلات استعمال کریں کہ انہیں کم سے کم تکلیف ہو۔ جانوروں سے ان کی طاقت سے بڑھ کر کام نہ لیں۔ جانوروں کو مارا نہ جائے بلکہ ان سے شفقت برتی جائے۔ ان کے آرام کا خیال کیا جائے۔ بیمار ہوں تو ان کا علاج کروایا جائے۔ جانوروں کو اپنے حظ کے لئے لڑوایا نہ جائے۔ جانوروں کے اور بھی حقوق ہیں جنہیں ہمیں مدنظر رکھنا چاہیے۔ آپ ؐ نے فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان کا مالک تم پر رحم کرے گا۔ (مسند احمد)

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ نومبر 2019 تا جنوری 2020ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

فن لینڈ سے خاص مہمانوں کی آمد

5 نومبر۔ محترم موسےٰ بگویو کی بیٹی اور ان کے داماد برلین مسجد تشریف لائے۔ موسےٰ بگویو صاحب فن لینڈ کے ایک عالم تھے۔ آپ کی پیدائش 1874ء میں اور وفات 1949ء میں ہوئی۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے تاتاری زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا۔ دونوں معزز مہمان کچھ دیر مسجد میں ٹھہرے اور مسجد کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے کیونکہ اس مسجد کے ذریعہ ان کو ماضی میں بے حد رہنمائی ملی۔ موسےٰ بگویو مرحوم برلین میں اپنے قیام کے دوران اکثر مسجد آیا کرتے تھے۔ اس عالم شخص کی بیٹی اور داماد کی مسجد میں آمد نہایت خوشی کا موجب ہوئی۔

برلین مسجد میں عید میلا دالنبیؐ کی تقریب

9 نومبر۔ برلین مسجد میں عید میلا دالنبیؐ کی تقریب ہوئی۔ شرکاء پروگرام سے بے حد محظوظ ہوئے اور امام برلین مسجد کا اس دلچسپ پروگرام کے انعقاد کے لئے شکریہ ادا کیا۔ امام برلین مسجد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور آپؐ کے اُسوہ کی اہمیت کو موثر انداز میں پیش کیا۔ اس پروگرام میں بچوں نے بھی حصہ لیا اور آپ صلعم کی مدح میں نعتیں سنائیں۔ بعد میں حاضرین کی تواضع عشائیہ سے کی گئی۔ امام صاحب، یاسر عزیز صاحب، ان کی بیگم صاحبہ، جناب غالب علالی صاحب اور آنسہ حارثہ عزیز اور سلینہ عزیز صاحبہ کے بے حد مشکور ہیں جنہوں نے تمام انتظامات میں ان کی مدد کی۔

برلین کی ایک ادبی محفل میں شرکت

13 نومبر۔ پاکستان کے ایک معروف شاعر جناب وصی شاہ برلین تشریف لائے۔ پاکستانی کمیونٹی نے ان کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ امام مسجد برلین کو اس ادبی محفل میں شرکت کی دعوت دی گئی جہاں انہوں نے اپنا تازہ کلام سنایا۔ عامر عزیز صاحب امام برلین کو اس معروف شاعر اور اس محفل میں میڈیا کے دیگر لوگوں سے ملنے کا موقع ملا۔

آل ریلیجنز کانفرنس میں شرکت

21 نومبر۔ برلین کے سٹی ہال میں تمام مذاہب کی تنظیم نے ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ اس میں تمام مذاہب کے نمائندوں نے شرکت کی۔ امام برلین مسجد عامر عزیز صاحب کو اس تقریب میں مختلف مذاہب کی تنظیموں کے نمائندوں سے ملنے اور ان سے تبادلہ خیال کرنے کا موقع ملا۔

برلین کے ایونجلک چرچ کے طلباء کی آمد

28 نومبر۔ برلین کے ایونجلک چرچ کے طلباء کا ایک گروپ برلین مسجد تشریف لایا۔ طلباء نے مسجد کے متعلق تعارفی تقریر کے بعد سوال و جواب کئے۔ آخر میں گروپ کے سربراہ کو جرمن ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی چرچ کی لائبریری کے لئے پیش کی گئی۔

کرسمس کی تقریب میں یاسر عزیز صاحب کی شرکت

25 دسمبر۔ ڈینش چرچ نے جو برلین مسجد کے قریب ہے انہوں نے

کرسمس کے موقع پر ایک رنگارنگ تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ اس میں برلین مسجد کی طرف سے یاسر عزیز صاحب کی والدہ محترمہ رقیہ عزیز صاحبہ اور یاسر عزیز صاحب نے شرکت کی۔ اس موقع پر برلین مسجد کی طرف سے خیر سگالی کے طور پر کیک کا تحفہ پیش کیا گیا۔ جس کو چرچ والوں نے بے حد سراہا اور مسجد کے اس برادرانہ جذبہ کا شکریہ ادا کیا۔

سڈنی، آسٹریلیا سے مہمانوں کی آمد

10 جنوری 2020۔ ہماری جماعت کے ایک مقتدر ممبر جناب عثمان ساہوخان صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ اور دو بیٹیاں برلین مسجد تشریف لائیں۔ والدہ عامر عزیز صاحبہ اور یاسر عزیز صاحب نے ان کا خیر مقدم کیا۔ مہمانوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ انہوں نے کچھ وقت مسجد میں قیام کیا اور مسجد کی موجودہ تزئین و مرمت پر خوشی کا اظہار کیا۔ ہم محترم عثمان ساہوخان صاحب اور ان کی فیملی کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ جب بھی وہ برلین آئیں تو برلین مسجد ضرور تشریف لائیں۔

محترمہ رقیہ عزیز صاحبہ کی امریکہ سے آمد

والدہ محترمہ عامر عزیز صاحب رقیہ عزیز صاحبہ امریکہ سے تشریف لائیں اور دو ماہ تک برلین مسجد میں قیام کیا۔ اس دوران انہوں نے مسجد میں آنے والے مہمانوں کی روایتی انداز میں خدمت کی۔ انہوں نے مختلف تنظیموں کی تقریبات میں شرکت بھی کی۔ انہوں نے خاص طور پر ایک مقامی صوفی تنظیم اور ڈینش چرچ کی تقریبات میں شرکت کی اور ان میں شریک لوگوں سے گفتگو کی۔

مقامی چرچ کے طلباء کی آمد

13، 16 جنوری۔ برلین کے ایونجلک چرچ کے طلباء کے گروپ برلین مسجد تشریف لائے۔ اس چرچ کے طلباء کے گروپ اکثر برلین مسجد آتے رہتے ہیں۔ یہ طلباء دیگر مذاہب کے متعلق مطالعہ کے بعد ان مذاہب کے مذہبی عبادت گاہوں میں بھی جاتے ہیں اور سوال و جواب کے ذریعہ متعلقہ عبادت گاہوں کے متعلق مزید معلومات حاصل کرتے ہیں۔ ان طلباء نے اسلام اور مسجد کی تاریخ کے متعلق کافی دلچسپ سوالات کیئے۔

امام برلین مسجد پاکستان میں

دسمبر کے مہینہ میں عامر عزیز صاحب، امام برلین مسجد پاکستان تشریف لے گئے اور لاہور احمدیہ انجمن کے سالانہ دعائیہ میں شرکت کی۔ اس دوران انہوں نے متعدد تقاریر کیں اور جمعہ کے خطبات دیئے اور ایک کتاب کو آخری شکل دی۔ ان کے علاوہ انہوں نے کئی ادبی مجلسوں میں شرکت کی۔ اسی عرصہ میں کئی معروف مذہبی رہنماؤں سے تبادلہ خیال کیا۔ ان مواقع پر تبلیغی کلاس کے چند طلباء اور مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری صاحب بھی ساتھ موجود تھے۔

برلین مسجد کے متعلق گوگل کے اعداد و شمار

گوگل سروس نے برلین مسجد کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرنے والے لوگوں کے اعداد و شمار بھیجے ہیں جو نہایت حوصلہ افزاء ہیں ان کی اطلاع کے مطابق 559121 سے زائد لوگوں نے برلین مسجد کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے گوگل سے رجوع کیا۔ 1123 لوگوں نے مسجد جانے کے لئے رہنمائی حاصل کی۔ 228 لوگوں نے 2019 میں برلین مسجد کی ویب سائیٹ سے براہ راست استفادہ کیا۔

محترمہ نصیرہ احمد صاحبہ کے لئے اظہار تشکر

امام مسجد برلین امریکہ کی ہماری قابل قدر خاتون محترمہ نصیرہ احمد صاحبہ کے شکر گزار ہیں جنہوں نے برلین رپورٹ کی تدوین اور اصلاح کے لئے اپنی رضا کارانہ خدمات پیش کیں ہیں۔ محترمہ نصیرہ احمد صاحبہ ہمارے محترم مرحوم چوہدری منصور احمد صاحب کی صاحبزادی ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت ادریس علیہ السلام

فادیہ رسول

حضرت ادریسؑ کا ذکر قرآن مجید میں صرف دو جگہ آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "حضرت ادریسؑ اللہ کے سچے نبی تھے اور ہم نے ان کے مرتبے کو بلند کیا اور یہ صبر کرنے والے تھے" کہا جاتا ہے کہ حضرت ادریسؑ بابل یعنی عراق میں پیدا ہوئے جو ایک سبز علاقہ تھا۔ آپ نے اپنی قوم کو ہجرت کا حکم دیا۔ یہ اُن کو بُرا تو لگا لیکن حضرت ادریسؑ کے سمجھانے پر کہ جو اللہ کی راہ میں تکلیفیں اُٹھاتا ہے اللہ اس کو اچھا اجر دیتا ہے۔ تم ہمت نہ ہارو اور خدا کے حکم کے سامنے اپنے سروں کو جھکا دو۔ ساری قوم ہجرت کے لئے تیار ہوگئی۔

یہ لوگ تکلیفیں اُٹھاتے ہوئے مصر پہنچے اور یہ دیکھ کر خوش ہو گئے کہ یہاں بھی دجلہ وفرات کی طرح دریائے نیل بہہ رہا ہے۔ اللہ نے حضرت ادریسؑ کو دانائی اور علم کی نعمت سے مالا مال کیا تھا۔ اُنہوں نے لوگوں کو مل جل کر زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی۔ ان کی بستیاں آباد کیں اور شہری زندگی کے اصول وقواعد بنائے۔ ان کی تعلیم وہی تھی جو اللہ کی سب رسول اور نبی اپنی اپنی قوموں کو دیتے تھے کہ اللہ ایک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، کسی کو اس کا ساتھی اور شریک نہ بناؤ۔ تمہارا اللہ پر ایمان تمہیں آگ سے بچائے گا۔ انصاف سے کام لو، بُرے کام چھوڑو۔ لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرو، زکوٰۃ دو، جہاد کا وقت آئے تو اللہ کی راہ اپنی جانیں اور مال قربان کردو، پاک صاف رہو اور شیطان کے وسوسوں سے بچو، سُود نہ کھاؤ۔

حضرت ادریسؑ نے اللہ کے دین کے پیغام کے علاوہ سیاست شہری زندگی اور بودوباش یعنی رہنے سہنے کے طریقوں کی بھی تعلیم دی۔ اس کام کے لئے ہر طبقے اور جماعت سے طلباء جمع کئے، ان کو تعلیم دی، اصول سکھائے۔ جب یہ طلباء کامل اور ماہر بن کر اپنے علاقہ میں واپس گئے تو انہوں نے شہر اور بستیاں آباد کیں۔ حضرت ادریسؑ نے ان طلباء کو حکمت اور فلکیات کے علوم کی بھی تعلیم دی۔ اللہ نے ان کو آسمانوں کی ترتیب اور ان کے باہمی کشش کے بھیدوں سے آگاہ کیا۔ ان کو علم عدد اور حساب کا علم سکھایا۔

حضرت ادریسؑ نے یہ تعلیم بھی دی کہ دنیا کی بھلائی اور بہتری کے لئے میرے بعد اور نبی اور رسول آئیں گے جو ہر بُرائی سے پاک ہوں گے اور ان کے آنے کا ایک ہی مقصد ہوگا کہ لوگ اللہ کے نیک بندے بن کر اپنی اور معاشرے کی زندگی کو بہتر بنائیں۔

حضرت ادریسؑ دنیا میں اللہ کے نائب بھی تھے۔ اُنہوں نے حکومت کے تین طبقے بنائے۔ ایک وہ نیک لوگ جو بادشاہ اور قوم کو صحیح راستے پر چلنے کے مشورے دیتے تھے۔ دوسرا بادشاہ جس کا کام اپنی ذات کا ایک اچھا نمونہ پیش کرنا اور ملک میں امن وامان قائم کرنا تھا۔ تیسرا طبقہ عوام کا تھا۔

قرآن حکیم میں یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ صابیوں کا ذکر بھی آیا ہے۔ چونکہ ان کا ذکر اہلِ کتاب کے ساتھ آتا ہے اس لئے بعض علماء کی یہ رائے کہ صابی حضرت ادریسؑ کی امت سے ہیں۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ اُنہوں نے اپنے پیغمبر کی تعلیمات بھلا دیں اور اہل بابل کے زیر اثر ستارہ پرستی میں مبتلا ہوگئے۔

☆☆ پہیلیاں ☆☆

ہادیہ رسول

(۱): پھولا پھولا اس کا پیٹ	اور رہے بستر پر لیٹ
(۲): ٹانگیں چار مگر بے کار	چلنا پھر بھی ہے دشوار
(۳): اونچا اونچا اُڑتا جائے	دیکھو ایک عجیب پرندہ
ہوا کو چیرے بادل پھاڑے	جیسے ہے وہ کوئی درندہ
(۴): ہری ڈنڈی لال کمان	توبہ توبہ کرے انسان
(۵): کچھ نہ مانگے کچھ نہ کھائے	پیتا جائے چلتا جائے

جوابات: (۱): تکیہ (۲): کرسی (۳): ہوائی جہاز (۴): لال مرچ (۵): قلم

جانور بھی مخلوقِ خدا ہیں ان کے حقوق کا بھی خیال رکھو

ادریس عامر (سیکرٹری شبان الاحمدیہ)

ساتھیو!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

اسلام بہت ہی خوبصورت اور پیارا دین ہے جس میں رحم ہی رحم ہے، محبت ہی محبت ہے۔ محبت اور رحم اس جگہ پنپتے اور پروان چڑھتے ہیں جہاں ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ جہاں کسی پر ظلم یا زیادتی نہ کی جائے اور جہاں اللہ کی پیدا کردہ دوسری مخلوقات کے لئے احساس کا مادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اسلام کے ذریعہ طبقہ انسانی کے ہر گروہ کے حقوق و فرائض کو نہ صرف واضح کر دیا بلکہ ان کی ادائیگی پر انتہائی زور دیا وہاں نوع انسانی کے علاوہ ہر جاندار کے حقوق کی پاسداری کا بھی درس دیا۔ اسلام نباتات اور حیوانات تک کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین کرتا ہے۔ نباتات اور حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خاطر ہی پیدا کیا ہے لیکن انسان کی بھی ذمہ داری ہے کہ ان کا خیال رکھے۔ جس طرح نباتات انسان کو مختلف قسم کے فوائد پہنچانے کا ذریعہ ہیں اسی طرح حیوانات یا جانور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ ہماری بہت ساری ضروریات ان سے وابستہ ہیں جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید کے اندر بھی اس اہمیت کا ذکر آتا ہے۔ ''اور چارپایوں کو اسی نے پیدا کیا۔ تمہارے لئے ان میں گرمی کا سامان اور کئی فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی کا سامان ہے جب تم شام کو (انہیں) واپس لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ ایسے مقامات کی طرف اُٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم سوائے جانوروں کو مشقت میں ڈالنے کے نہیں پہنچ سکتے تھے یقیناً تمہارا رب مہربان رحم کرنے والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچریں اور گدھے (پیدا کیے) تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کا سامان ہوں اور وہ وہ کچھ پیدا کرتا رہتا ہے جو تم نہیں جانتے''۔ (النحل آیت 5 تا 8)

اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کے جانوروں کا ذکر قرآن کی متعدد آیات میں آتا ہے۔ قرآن مجید کی پانچ سورتوں کا نام بھی حیوانات کے نام پر ہے۔ جن میں سورۃ البقرہ (گائے) سورۃ النحل (شہد کی مکھی) سورۃ نمل (چیونٹی) سورۃ العنکبوت (مکڑی) سورۃ الفیل (ہاتھی) وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن مجید میں تقریباً 35 جانوروں کا ذکر آتا ہے۔

احادیث کے اندر بے شمار دفعہ جانوروں کا تذکرہ ملتا ہے جہاں ان کی اہمیت اور ان کے حقوق کی تلقین آنحضرتؐ کی زبان اقدس سے کی گئی ہے۔ ساری احادیث تو سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہیں کچھ کا تذکرہ یہاں کرتے ہیں تاکہ ہمیں ان کی اہمیت اور حقوق کا اندازہ ہو سکے۔ ابن ماجہ میں ایک حدیث جو کہ حضرت عروہؓ سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا: ''اونٹ اپنے مالکوں کے لئے قوت کا باعث ہیں اور بکریاں برکت والی اور گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں سے قیامت تک خیر کا تعلق قائم کر دیا گیا ہے'' (ابن ماجہ)

جانوروں میں سے گھوڑوں کے ساتھ آپ کو سب سے زیادہ محبت تھی۔ آپؐ نے جو جانور بھی رکھا اس کی انتہائی محبت سے نگہداشت کی۔ آپؐ پرندوں تک سے شفقت کا معاملہ کرتے تھے اور انہیں ستانے اور پریشان کرنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران ہم نے ایک پرندے کے بچے اُٹھا لیے تو وہ پرندہ غم کے مارے ہمارے گرد منڈلانے لگا۔ اتنے میں آپؐ تشریف لائے اور اس کو دیکھ کر فرمایا کہ کس نے اس کے بچوں کو چھین کر اسے دُکھ پہنچایا۔ اس کے بچے اسے لوٹا دو۔ اس کے بچے اسے لوٹا دو۔ (ابوداؤد)۔

احادیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک بدکردار عورت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے جنت میں چلی گئی اور ایک عبادت گذار عورت ایک بلی کو بھوکا پیاسا رکھنے کی وجہ سے جہنم میں جھونک دی گئی۔ (بخاری و مسلم)

صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا جانوروں کی وجہ سے بھی ہمیں اجر و ثواب ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہر زندہ چیز کی وجہ سے اجر و ثواب ہے۔ (بخاری)

(بقیہ صفحہ 20)

اپنے قول وفعل سے ثابت کردو کہ تم میں اسلام کے لئے جوش ہے

میں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا بلکہ مجھے نمایاں اور ظاہری تبدیلی کی ضرورت ہے

’’میں یہ بات کھول کر بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے مناسب حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں، ثواب کی نیت سے کہتا ہوں، نہیں میں اپنے نفس میں انتہا درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں گو اس کی وجہ نا معلوم ہیں کہ کیوں اس قدر جوش ہے۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ میں روک نہیں سکتا۔ اس لئے آپ لوگ ان باتوں کو ایسے آدمی کی وصایا سمجھ کر (کیونکہ پھر شاید ملنا نصیب نہ ہو) اُن پر اس طرح سے کاربند ہوں کہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائے اور اپنے قول اور فعل سے ان لوگوں کو جو ہم سے دُور ہیں ثابت کردو کہ تم میں اسلام کے لئے اتنا جوش ہے۔ اگر آپ لوگ ان باتوں پر عامل ہونے کی کوشش نہیں کرنا چاہتے تو پھر مجھے بتلاؤ کہ میرے پاس آنے سے کیا فائدہ اور کیا مطلب۔ میں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا، بلکہ مجھے نمایاں اور ظاہری تبدیلی کی ضرورت ہے تا کہ مخالف شرمسار ہوں، اور لوگوں کے دلوں پر تمہارے نورِ ایمان کی روشنی پڑے اور دشمن تم سے نا امید ہو جاویں۔ اور ان کو پتہ لگ جاوے کہ جس راہ پر وہ چل رہے ہیں وہ ضلالت کی راہ ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریروں نے آکر توبہ کی۔ وہ کیوں؟ محض اس عظیم الشان تبدیلی کی وجہ سے جو آپؐ کے صحابہؓ میں پیدا ہو گئی تھی اور جن کے واجب التقلید نمونوں نے مخالفوں کو شرمندہ کر دیا تھا۔ عکرمہؓ کا تم نے حال سنا ہوگا۔ یہ شخص اُحد کی مصیبت کا بانی مبانی تھا۔ اور اس کا باپ ابو جہل تھا لیکن آخر کار صحابہؓ کے نیک نمونے نے اسے گرویدہ کر لیا، میرا مذہب یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوارق نے اس قدر اثر نہیں کیا جتنا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزوں اور صحابہؓ کے پاک نمونوں اور تبدیلیوں نے کیا۔ وہ لوگ آپؐ کے پاک نمونہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آخر کار ان کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔ ایک وقت تھا کہ عکرمہؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات پر حملہ کیا تھا۔ مگر پھر دوسرا وقت آیا کہ لشکر اسلام کی سرکردگی میں اس نے لشکر کفار کو درہم برہم کیا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے جو پاک نمونے دکھائے۔ ہم آج بھی ان کو نہایت فخر کے ساتھ دلائل اور آیات کے رنگ میں بیان کر سکتے ہیں۔ چنانچہ عکرمہؓ ہی کو دیکھو، کفر کی حالت میں وہ بہت سی بد خصائل رکھتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ بس چلے تو اسلام کو نیست و نابود کر دے۔ مگر جس وقت خدا تعالیٰ کے فضل نے اس کی دستگیری کی اور وہ مشرف باسلام ہو گیا تو اس میں ایسے اخلاقِ حسنہ پیدا ہو گئے کہ وہ پرانے بد خصائل سے ایسا پاک ہو گیا کہ دوسروں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ بن گیا۔ کفر کے زمانے کا عجب و پندار اس میں نام کو باقی نہ رہا اور اس میں اس قدر فروتنی اور انکسار پیدا ہو گیا کہ وہ انکسار حجتہ الاسلام ہو گیا۔۔۔۔ یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ان لوگوں کے شاملِ حال ہوتی ہے جو اس کی رضا پر چلتے ہیں، صحابہؓ اللہ تعالیٰ کی رضا کے پورے پورے تابعدار تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جا بجا ان کو رضی اللہ عنہ کہا ہے۔ اس لئے میری نصیحت آپ لوگوں کو یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص کو لازمی ہے کہ صحابہؓ کے اخلاق کی پیروی کرے‘‘۔

(ملفوظات جلد اوّل ص116 تا 118)